



ماہنامہ محدث لاہور

شمار نمبر: 26۔۔۔۔۔ جلد نمبر 3۔۔۔۔۔ شماره نمبر 4۔۔۔۔۔ اپریل 1973ء۔۔۔۔۔ ربیع الآخر 1393ھ

ماہنامہ 'محدث' لاہور کا اجمالی تعارف

مدیر اعلیٰ: حافظ عبد الرحمن مدنی مدیر: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے ایک رسالے کی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے۔ جس کا نام محدث

تھا کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین و دانشور

حافظ عبد الرحمن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ 1970ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے، واللہ الحمد!

محدث کی علمی پہچان کے حوالے سے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ ہر صاحب علم و فضل کی ضرورت بن چکا ہے کیونکہ اس کے مضامین جدید فکر کے حامل اور

محدثانہ افکار کیلئے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

گھر بیٹھے 'محدث' وصول کیجئے!

قارئین کرام! گھر بیٹھے محدث حاصل کرنے کیلئے درج ذیل طریقہ کار اختیار کریں!

فی شمارہ: 20 روپے زیر سالانہ: 200 روپے بیرون ملک: 20 ڈالر

بذریعہ منی آرڈر / بینک ڈرافٹ 200 روپے بھیج کر سال بھر گھر بیٹھے محدث وصول کریں اور علمی و تحقیقی مضامین سے استفادہ کریں۔

ایڈریس: ماہنامہ محدث، 99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون نمبر: 35866476 / 3586639 - 042

موبائل: 0305 - 4600861

انٹرنیٹ پر محدث پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کیلئے درج ذیل ویب سائٹ دیکھئے!

www.mohaddis.com www.kitabosunnat.com

مزید تفصیلات کیلئے: webmaster@kitabosunnat.com

اجرائے محدث کے مقاصد

عناد اور تعصب قوم کیلئے زہرِ بلائیں کی حیثیت رکھتے ہیں!

لیکن تعصبات سے بالاتر رہ کر افہام و تفہیم اُمت کیلئے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں!

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دُقیانوسِ بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے!

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظر انداز کر دینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے!

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

آئین و سیاست سے بیگانہ ہر کر عبادت کیلئے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے!

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

جاہل کو دور ہی سے سلام کر دینا عبادِ صالحین کے اوصاف میں داخل ہے!

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ
محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات و محاسن سے مزین پائیں گے، ان شاء اللہ! کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

فہرست

- 2 دستور اور عمال حکومت
- 13 التفسیر والتعبیر
- 19 کیا عامل بالحدیث (اہل حدیث) ہونا ممکن ہے؟
- 28 اُمت بنو، انتشار سے بچو
- 34 حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امر تسریٰ اور تردید عیسائیت
- 37 تعارف و تبصرہ کتب
- 39 ابھی سی راہِ محبت کی مشکلات نہ پوچھ!

نقطہ نظر

دستور اور عمال حکومت

خدا خدا کر کے ملک کو وفاقی جمہوری اور اسلامی دستور مل گیا۔ اور یہ ’بے آئین سرزمین‘ دستور سے ہمکنار ہو گئی۔ لیکن شروع سے جو چیز ہمارے لئے وجہ خُرت بنی رہی۔ وہ یہ تھی کہ جو پارٹی، وفاقی، جمہوری اور اسلامی نعرے لگاتی رہی جب وقت آیا تو وہ اس کے لئے بآسانی تیار کیوں نہ ہو سکی اور سب سے بڑھ کر جس بات نے اس کو فاش کر دیا وہ یہ تھی کہ روٹی، کپڑا اور مکان اس پارٹی کا گمراہ کن اور بنیادی نعرہ تھا۔ لیکن جب ”متحدہ جمہوری محاذ“ نے یہ ترمیم صدر بھٹو کے سامنے رکھی کہ:

’حکومت روٹی، کپڑا، مکان، علاج، تعلیم اور روزگار کی ضمانت دے، خواہ اس کے لئے کسی مدت کا تعین کیوں نہ کر دیا جائے‘ تو اس کو بالخصوص انہوں نے ٹھکرا دیا۔ (ملاحظہ ہو نوائے وقت ۱۳/ اپریل ۱۹۷۳ء)

اسی طرح ’عوام‘ کا نام لے لے کر وقت پاس کرنے والوں کے سامنے جب یہ ترمیم رکھی گئی کہ:

’ہر شہری کو اس بات کا حق حاصل ہو کہ عدالت عالیہ میں کسی قانون کی اس بنیاد پر چیلنج کر سکے کہ وہ قانون اسلامی احکامات کے خلاف ہو‘ تو اس کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ (ملاحظہ ہو نوائے وقت ۱۳/ اپریل ۱۹۷۳ء)

اس سے زیادہ لپسپ یہ لطیفہ رہا کہ انہی خصوصی مصلحتوں کی بنا پر اپوزیشن کی حکومت بڑی منتوں اور وعدوں کے ساتھ مناکر لائی مگر ۱۶ اپریل کو صدر بھٹو نے متحدہ جمہوری محاذ پر یہ الزام لگایا کہ:

’عوام کے دباؤ کی وجہ سے اس نے بائیکاٹ ختم کیا تھا۔‘ اس کے بعد انہوں نے ان کے اس تعاون کا مذاق بھی اڑایا (ریڈیو پاکستان) جس کی انہوں نے داد بھی دی تھی۔

بہر حال دستور بن جانے کے بعد دستور کا تفصیل نفاذ بھی انہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ جنہوں نے ’روپیٹ‘ کر ترمیمیں قبول کیں اور قوم کو دستور دیا۔ اس لئے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ عملی میدان میں اس کا کیا حشر ہو۔ کیونکہ دستور کی رُوح کا تحفظ، دستور کے الفاظ اور دفعات کے ذریعے بہ مشکل ہوتا ہے، اس کو اگر امان مل سکتی ہے تو وہ صرف ’نیک نیتی، خدا خونی اور ملک دوستی‘ کے ذریعے ہی مل سکتی ہے۔ دستور کے الفاظ اور دفعات کو ایچ پیج اور شاطرانہ تاویلوں کے ذریعے شکار کرنا کچھ زیادہ مشکل بات نہیں ہوتی اور یہ خطرہ اور اندیشہ بدستور باقی ہے۔ کیوں کہ اس دستور کی جان جن لوگوں کے قبضہ میں ہے، وہ نہیں بدلے۔ یہ وہی ہیں جو منشور دے کر پوری قوم کے سامنے اڑ گئے ہیں کہ روٹی، کپڑا اور مکان کی ضمانت کی باتیں قبول کرنا مشکل ہے۔ جو اپنے منشور کو پس پشت ڈال سکتے ہیں۔ وہ اس دستور کے ساتھ کیا کچھ نہیں کریں گے جو بڑی مشکل سے اُن سے اگلوایا گیا ہے۔

اگر پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہے تو اُس کے فرمانرواؤں کو اسلامی علم و حکمت اور کردار کا حامل ہونا چاہئے۔ ورنہ زبانِ یارمن ترکی و من ترکی نمی دامن‘ والی بات رہے گی۔ وہ بھلے آدمی جن پر ایک اسلامی حکومت بھروسہ کر سکتی ہے، اُن کی سیرت کا جلی عنوان اور پاک زندگی کی شہ سُرخی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

’اقامتِ نماز‘ ہے جو لوگ اس سلسلہ میں خام ہوتے ہیں۔ وہ کاروبار حکومت کے اور کسی شعبہ میں بھی قابلِ اعتماد نہیں رہتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مملکت کی کلیدی اسامیوں کے حکمرانوں کو تحریر فرمایا تھا کہ:

ان اہم امور کم عندی الصلوٰۃ من حفظہا وحافظ علیہا حفظ دینہ ومن ضیعہا فہو لہا سواہا ضی (موطاماک)
”تمہارے سب کاموں سے میرے نزدیک جو بات سب سے اہم ہے وہ نماز ہے، جس نے اس کو یاد رکھا اور اس کا کا حقہ تحفظ کیا اس نے اپنے دین کو محفوظ رکھا اور جس نے اس کو ضائع کر دیا تو اس کے علاوہ اور ہر شے کے لئے اس کو غارت گر تصور کیا جائے گا۔“
کیونکہ نماز خدا کے قرب کا باعث ہے:

وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (علق) سجدہ کر (یعنی نماز پڑھ) اور قریب ہو جا!

سرکاری مذہب رکھنے والی مملکت کے سربراہ کو ’خدا کا مقرب‘ ہونا چاہئے تاکہ اس کے ملک میں صحیح نیت کا فریضہ انجام دے سکے۔ نماز اسلامی سیرت کی تشکیل میں بڑی معاون ثابت ہوتی ہے۔ ان بے حیائیوں اور منکرات سے روکتی ہے جو ’بندہ مومن‘ کی سیرت کو کھوکھلا کر دیتی ہے:

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت) ”یقین کیجئے! نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔“

شراب کی لت بتدریج چھوٹی جاتی ہے، کیونکہ حکم ہے کہ:

لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى (نساء) ”نشہ میں نماز کے قریب نہ جایا کرو۔“

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو تارکِ نماز ہے اس کا حشر

كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُونَ وَهَامَانَ وَابِي بَنِ خَلْفٍ (مشکوٰۃ)

قیامت کے دن قارون، ہامان اور (رئیس المنافقین) ابی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

ظاہر ہے جن لوگوں کا سفر ’قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف جیسے جبارہ اور منافق لوگوں کی طرف جاری رہتا ہے وہ جمہوری لیڈر نہیں بن سکتے اور نہ ملک و ملت کے لئے (ظل اللہ) اللہ کا سایہ رحمت ثابت ہو سکتے ہیں۔

آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ ہمارے برحق خلفاء نماز کی حالت میں شہید ہوئے یا نماز کی تیاری کرتے ہوئے محرابِ مسجد میں شہادت پائی یا تلاوتِ قرآن کرتے ہوئے خنجر کا نشانہ بنے۔ حضرت عمرؓ نے نماز کی تکبیر کہی تو خنجر کا نشانہ بنے۔ حضرت عثمانؓ تلاوت کرتے ہوئے جب آپ

’فسیکفیکھم اللہ وہو السميع العلیم‘ پر پہنچے تو سرتن سے جدا ہوا، حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ نمازیوں کو جگاہ ہے تھے کہ خنجر چلا اور محرابِ مسجد میں جا گرے۔ اور بقول شیعان علی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سجدہ میں ہی جان، جان آفریں کے حوالے کی۔

ہمیں پاکستان جیسی اسلامی مملکت کے لئے وہ حکمران نہیں چاہئیں، جن کا دل مسجد سے زیادہ میخانے میں لگتا ہو۔ قسمت سے مسجد میں جائیں تو کیمرے اُن کی مدد کو پہنچیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے سامنے اُن حکمرانوں کے ایک دو پہلو اور چند حالات رکھے جائیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلامی مملکت کا چارج سنبھالا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور پھر اس کا حق ادا کر دیا۔ تاکہ آپ اندازہ کر سکیں کہ وہ اسلامی مملکت، جس کے لئے اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا ہے، کی دستور ساز اسمبلی کے اراکین، وزراء اور صدر کیسے ہونے چاہئیں؟

قرآن و حدیث کے علم میں ان سب کا مقام بہت اُونچا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں اسلامی مملکت کی بناد ہیں، مملکت کا سرکاری مذہب اسلام ہو، اور مملکت کا سربراہ قرآن و حدیث سے بے بہرہ ہو، اس کی نااہلیت کی سب سے بڑی دلیل سمجھی جاتی تھی۔

دارمی میں ایک روایت ہے کہ مکہ کے ایک گورنر اطلاع دیئے بغیر اچانک حضرت عمرؓ کی خدمت میں عسکان میں تشریف لے آئے۔ پوچھا کہ 'بیچھے کس کو مقرر کر کے آئے؟' عرض کی کہ "فلاں غلام کو کیونکہ وہ قرآن حکیم کا بڑا عالم ہے۔" بس پھر کیا تھا حضرت عمرؓ جھوم اُٹھے اور فرمایا حضور ﷺ نے سچ فرمایا تھا:

إِنَّ اللَّهَ يَرَفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيُضَعُّ بِهِ الْآخَرِينَ (مختصر اُدارمی ص ۴۴۲)

کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (پاک) کے ذریعے بہت سی قوموں کو فعت دیتا ہے اور بہت سی اقوام کو پستی میں گرا دیتا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بصرہ کے گورنر تھے، حافظ قرآن تھے اور جب تلاوت کرتے تو محویت طاری ہو جاتی۔ (الاستیعاب)

حضرت ابو بکرؓ نے گھر میں ایک چھوٹی سی مسجد بنا رکھی تھی۔ جس میں (قبل ہجرت) نماز اور تلاوت قرآن پاک کیا کرتے تھے۔ آپ جب تلاوت کرتے تو بہت گریہ کرتے۔ (کان ابو بکر رجلا بکاء لا یملک عینہ اذا قرء القرآن۔ بخاری) کفار مکہ اس سے گھبراتے تھے کہ ان کا یہ نظارہ دیکھ کر ہمارے بچے مسلمان ہو جائیں گے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ جب حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ان سے فرماتے۔ ہم کو خدا کا شوق دلاؤ یعنی قرآن سناؤ اور پھر پوری محویت سے سنتے۔ (ابن سلام)

مورخین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عمرؓ قرآن حکیم سے استدلال کرنے میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے شغف بالقرآن کا اندازہ صرف اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ تلاوت کرتے وقت ان کا سر قلم کیا گیا تھا۔ (استیعاب)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر اور قرآنی علوم میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بتا سکتا ہوں کہ یہ آیت کہاں، کیوں اور کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی تھی (ابن سلام)

خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ اگر کبھی اچھی چیز کھانے پینے کے لئے سامنے آگئی تو وہاں رہ گئی، بس رور و کر گزار دی۔ کانٹا دیکھا تو بول اُٹھے کہ کاش میں کانٹا ہوتا، جانور کھاتے اور اس طرح میں اُن کے کام آجاتا۔ پرندہ دیکھا تو تڑپ اُٹھتے کہ ان کو قیامت کے حساب کتاب کی تو فکر نہیں، مجھ سے تو یہی اچھے۔ مرنے کا وقت آیا تو کہا کہ میرے گھر کا سب سامان سرکاری بیت المال میں جمع کر دینا اور میرے تن بدن کے انہی کپڑوں کو دھو کہ انہی میں مجھے کفنانا۔

ایک صحابی حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابو بکر لم یرد الدنیا ولم ترده واما عمر فارادته ولم یردها (البدایہ)

کہ حضرت ابو بکرؓ نے دنیا کی خواہش کی نہ دُنیا نے ان کو چاہا۔ ہاں دُنیا نے حضرت عمرؓ کی طرف رُخ ضرور کیا مگر انہوں نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔

باقی رہے ہمارے فوجی؟ سو اُن کے متعلق ایک دشمن دین کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا کہتے تھے۔ ہر قل (ہر کلیس) رومی کو جب شکست ہوئی تو اس نے اس کے بارے میں رپورٹ طلب کی۔ چنانچہ ایک بوڑھے رومی نے ان سے کہا:

’من اجل انهم یقومون اللیل ویصومون النہار ویوفون بالعہد ویأمرون بالمعروف ویہون عن المنکر ویتنصفون بینہم ومن اجل انا نشرب الخمر ونزنی ونرلب الحرام وننقض العہد وتفصب ونظلم ونامر بالسخط ونہی عما یری اللہ ونفسد فی الارض‘ فقال ’انت صدقتنی‘ (البدایہ)

اس لئے کہ وہ (یعنی اسلامی لشکر) رات کو تہجد پڑھتے ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں، ایقائے عہد کرتے ہیں بھلے کاموں کا حکم کرتے ہیں برے کاموں سے روکتے اور باہم انصاف سے کام لیتے ہیں (لیکن ان کے برعکس) ہم شراب نوش، بدکار اور بدکوش ہیں۔ بد عہدی کرتے ہیں، لوٹ کھسوٹ اور ظلم و عدوان ہمارا شیوہ ہے۔ خدا کو ناراض کرنے والی باتوں کی تلقین کرتے ہیں اور جن اُمور سے رب راضی ہوتا ہے اُن سے روکتے ہیں اور فساد فی الارض کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہر قل نے کہا، ’تم نے سچ کہا۔‘

جب حکام اپنی سرکاری حیثیت میں بھی مذکورہ بالا کردار اور سیرت کے حامل تھے۔ تو ان کے زیر سایہ جو معاشرہ تیار ہوا تھا، اس کی تصویر کھینچتے ہوئے حضرت حسن بصریؒ (ف ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لقد صحبت اقواما یبیتون لربہم فی سواد هذا اللیل سجدا وقیاما یقومون هذا اللیل علی اطرافہم تسیل دموعہم علی خدودہم فمرة رکعاً ومرة سجدا یناجون ربہم فی فکاک رقابہم (قیام اللیل)

کہ میں ایک ایسی جماعت میں رہا ہوں جو اس کالی رات میں سجدوں اور رکوع میں رات گزار دیا کرتی تھی اور میں کہ اُن کے رخساروں پر آنسو جاری ہوتے تھے اور اپنے رب کو پکارے جاتے کہ وہ ان کی خلاص کر دے۔

تحت حکومت نے ان کے مزاج کو نہیں بگاڑا تھا بلکہ اور بڑھ کر خدمت گزار ہو کر چمکے تھے۔

مدینہ منورہ سے باہر ایک نابینا خاتون رہتی تھی۔ حضرت عمرؓ ان کی خدمت کیا کرتے تھے، کچھ دنوں کے بعد محسوس کیا کہ کوئی اور شخص بھی یہ خدمات انجام دے جاتا ہے۔ آخر ایک دن اُسے دیکھ ہی لیا کہ وہ خلیفہ اَوّل حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ (کنز العمال)

حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ آٹے کی بوری اٹھائے خود بڑھیا کے ہاں لے چلے ہیں۔ (کنز العمال)

بندوں کی خدمت اور اُن سے ہمدردی کی بات تو بڑی چیز ہے۔ انہوں نے چرند پرند کے معاملہ میں بھی انتہائی دل سوزی کے نمونے چھوڑے ہیں۔ کسی شخص کی چادر پر حرم کا ایک کبوتر بیٹھ گیا۔ اُس نے اُس کو اڑا دیا۔ وہ یہاں سے اُڑ کر وہاں جا بیٹھا اور سانپ نے اُس کو کاٹ لیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو انہوں نے کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا کہ اگر یہ اس کو نہ اڑاتے تو اس کو یہ حادثہ پیش نہ آتا۔ (مسند شافعی مختصر ۱)

مسکین نوازی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خصوصی نشان تھا۔ بھوکے رہتے، اپنے بچوں تک کو بھوکا رکھتے مگر سوالی کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے (قرآن وحدی)

علم کے لحاظ سے اُن کے تمام علوم وفنون کا مرجع قرآن وسنت تھا۔ زہد اور تقویٰ کے اعتبار سے ان کی زندگی کے ہر پہلو سے خوفِ خدا اور عشقِ رسول کی احتیاط اور ادب کا رنگ جھلکتا تھا۔ اُن کے دیکھے سے خدا یاد آتا تھا اُن کی سیاسی بصرت اور سوجھ بوجھ سے قیصر و کسر لے لرزہ بر اندام رہتے تھے۔ مگر اُن کے علم اور خدا ترسی کی وجہ سے وہ اپنے عوام کی اُمیدوں کی آماجگاہ تھے۔ ان کی قیادت میں جو معاشرہ تیار ہوا تھا، انتہائی پاکیزہ، باہوش، سخت کوش، ملک و ملت کا وفادار اور حد درجہ باضمیر تھا۔

وہ اپنی قوم کو گمراہ کر کے اس کا استحصال کرنے کو بہت بڑی کافر ی تصور کرتے تھے۔ وہ اپنا یہ بنیادی فریضہ تصور کرتے تھے کہ عوام کو صحیح سیاسی شعور، آنکھیں، دماغ اور دل کی وافر دُنیا عطا کی جائے۔ انہوں نے سیاسی رشوت کی کھیر کبھی نہیں بانٹی تھی۔ کیونکہ اس کو وہ قوم اور ملک سے پہلی اور سب سے بڑی غداری خیال کرتے تھے، بلکہ ملک و ملت کے لئے اہل ترین ایماندار اور دیانتدار لوگ انتخاب کرتے تھے۔ اسلامی خصوصیات اور متعلقہ شعبہ کے سلسلہ میں خصوصی اہلیت اُن کا معیار انتخاب تھا۔ فوج کے لئے صرف فوج صلاحیت ڈھونڈتے تھے۔ سیاست و انتظام کے لئے سیاسی بصیرت کے حکام کو مقدم رکھتے تھے۔ اور مقدمات اور قضایا کے لئے اہل قضا، افراد کو آگے لاتے تھے۔

وہ کسی بھی شعبے میں کسی عیاش افسر اور ملازم کو برداشت نہیں کیا کرتے تھے۔ نعمان بن عدیٰ نسیان کے حاکم تھے، دولت و نعمت کے مروے میں پڑ کر انہوں نے اپنی بیوی کو ایک خط لکھا، جس میں یہ شعر بھی تھا۔

لَعَلَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَسُوءُ

تَنَادَمْنَا بِالْجُوسِقِ الْمُتَهَدِّمِ

غالباً امیر المؤمنین کو خبر پہنچے گی تو وہ برامائیں گے کہ ہم لوگ مخلوں میں رندانہ صحبتیں رکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کو کسی طرح اس کی خبر ہو گئی تو اُس کو معزول کر دیا اور لکھا کہ ہاں! مجھ کو تمہاری یہ حرکت ناگوار ہوئی (اسد الغابہ۔ الفاروق) افسروں اور گورنروں کے انتخاب کے لئے علاقے کے سنجیدہ افراد اور عوام کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، جن کو وہ پسند کرتے ان کو مقرر فرماتے۔ نہ چاہتے تو معزول کر دیتے۔ (کتاب الخراج)

وہ براہِ راست عوام کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے۔ اُن کی روٹی، کپڑے اور مکان اور بنیادی ضروریات کا خیال خیال رکھتے تھے۔ بھیس بدل کر اندھیروں میں گھوم پھر کر حالات کا پتہ چلاتے۔ اگر کوئی مصیبت زدہ فاقوں مر رہا ہو تا تو اُس تک اُن کی ضرورت کی چیزیں پہنچا کر دم لیتے۔ اسی قسم کے بے شمار واقعات کنز العمال میں درج ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ان سطور کی تسوید سے عرض یہ بتانا ہے کہ جب کسی ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوتا ہے تو ان کے حکمران بھی اُس کے مناسب حال اور شایانِ شان ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں۔ ورنہ بے جوڑ ٹانگا، اسلام کو بدنام کر دے گا یا وہ خود برے انجام سے دوچار ہوں گے اور ملک و ملت کو سب سے خطرناک ابتلاؤں آزمائش میں ڈال کر قوم کا برا کریں گے۔

اگر آپ نے نیک نیتی کے ساتھ ملک کے لئے اسلام کو سرکاری مذہب تسلیم کیا ہے تو قوم کو وہ ہاتھ بھی مہیا کیجئے جن میں قرآن سچ، جو نہ صرف خود نمازی ہوں بلکہ پیش امام ہونے کے اہل بھی ہوں۔ دوسری متعلقہ صلاحیتوں کے علاوہ جو خاص سرٹیفکیٹ اس باب میں ضروری اور مطلوب ہے، وہ اسلامی کیریئر قرآنی علم و عمل اور سنتِ رسول ﷺ کی شرم ہے، جو ان سے عاری ہے، وہ اس مملکت کا چپڑا اسی بھی نہیں بن سکتا۔ چہ جائے کہ صدر وغیرہ کے عہدہ پر فائز کیا جائے۔

میزائل بنانے کے لئے مٹی کے برتن ساز کمہار کی تقرری مضحکہ خیز ہوتی ہے۔ بیمار کا علاج کرنا ہو تو جلاہے کی طرف رُخ کرنا موت کو دعوت دینا ہوتا ہے، جراحی کے لئے مستند اور سپیشلسٹ ڈاکٹر درکار ہوتا ہے۔ اس کے لئے جلاہ کی خدمات کبھی کسی نے حاصل نہیں کیں۔ اگر حجامت کرانا ہو تو نای کو بلایا جاتا ہے۔ اُس کے لئے کبھی کسی نے لوہار کو دعوت نہیں دی۔ مگر افسوس! اسلامی مملکت کے کاروبار حکومت کے لئے اہل کاروں کے انتخاب میں اتنی بھی احتیاط نہیں برتی جاتی جتنی اپنی حجامت کے لئے ایک نائی کے بارے میں ملحوظ رکھی جاتی ہے۔

دستور ساز وہ ہیں جو نہیں جانتے کہ دستور کیا ہے اور جو جانتے ہیں اُن میں اکثریت ان ارکان کی ہوتی ہے۔ جنہیں یہ معلوم نہیں کہ قرآن کیا ہے، سنت کس مقدس اسوۂ حسنہ کا نام ہے۔ اسلام کے کیا تقاضے ہیں، اسلاف کا طرزِ عمل کیا تھا اور اُن کے فرائض کیا ہیں؟

عموماً صدر اور وزراء کی ٹیم، اقتدار کا جھولا جھولنے والے شاطروں کا ایک ٹولہ ہوتا ہے، جن کو وحی الہی کی شرم ہوتی ہے اور نہ اس کا فہم، نہ غیرت، نہ احساس، نہ ہوش اور نہ فکر۔ آخر ان سے وہ قوم کیا توقع کر سکتی ہے جو ملک کو اسلامی مملکت بنانے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ایک کمہار اُن کو میزائل بنا دے گا۔ یا ایک جولاہا، لبِ گور مریض کے لئے کوئی مسیحا دکھائے گا؟

ملک کے پورے دستور میں سبھی کچھ ملے گا، اگر نہیں ملے گا تو صرف خود 'دستور سازوں اور حکمران ٹولے' کے لئے اسلامی معیارِ انتخاب کے اصول اور دستور، کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ لوگ اس لحاظ سے اُن فٹ اور نااہل ثابت ہو جائیں گے اور اگر یہی بات ہے تو اُن کو کس حکیم نے بتایا تھا کہ مملکت کے لئے اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیں؟ لیکن اگر قرار دیا ہے تو پھر یہ جو انمردی نہیں کہ خود کو چھپاتے پھریں؟ اگر چھپیں گے تو بھی تاکہ؟

ہمارا ایمان ہے کہ، قوم کو وفاقی جمہوری اور اسلامی دستور دینے والوں نے اگر جرأت سے کام لے کر قوم کو مملکت کے لئے اربابِ اقتدار اور حکمران گروہ بھی شایانِ شان اور مناسب مہیا کر دیئے تو نہ صرف ملتِ اسلامیہ کی قدیریں بدل جائیں گی، بلکہ تاریخ کی نگاہ میں یہ خود بھی لازوال ہو جائیں گے۔ کیا کوئی ہے جو اس دولت کا خریدار ہو؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائزے

(۱)

عرب اپنا جائزہ لیں:

عرب کو اسرائیل کی زیادتیوں کا شکوہ ہے اور بجائے۔ اسی طرح اُن کو یہ بھی گلہ ہے کہ بعض سپر طاقتیں اس کی پشت پناہی کر کے عرب کو نقصان پہنچا رہی ہیں۔ ہمارے نزدیک اُن کا یہ الزام بھی درست ہے اور بجائے۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ گلہ کن سے ہے؟ اُن سے جو اگر یہ زیادتیاں نہ کرتے تو حیرت ہوتی؟

دراصل ہمیں اصل گلہ خود عربوں سے ہے جو اپنی نجی مصلحتوں کی بنا پر، اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے میں ناکام رہے، گلہ ان عرب حکمرانوں سے ہے جنہوں نے شخصی اور خاندانی اقتدار کو مقدم رکھا اور عوامی اقتدار کو پورا ان چڑھنے دیا۔ شکوہ ان عرب راجداروں سے ہے جنہوں نے ملک و ملت کو اس نظام اسلامی سے ابھی تک محروم رکھا جو ہماری دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کا ضامن ہے۔ ہمیں گلہ ان عرب بھائیوں سے ہے جو نبی عربی ﷺ کے نظام سیاست کو چھوڑ کر مغربی اقوام کے چبائے ہوئے نوالوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ یقین کیجئے۔ ہمیں شکوہ ان عرب لیڈروں اور قوم کے ان ہی خواہوں سے ہے جنہوں نے باہم سر جوڑ کر اپنے مسائل حل کرنے کے بجائے ان بڑی طاقتوں کی ثالثی اور بندر بانٹ پر قناعت کرنے کو اپنا شعار بنالیا ہے، جو کبھی نہیں چاہتے، کہ عرب قوم ایک امت اسلامیہ کی حیثیت سے بیدار ہو۔

عرب بھائیو! قرآن تمہارے پاس ہے۔ رسول ﷺ کے اسوہ حسنہ کی امین بھی تمہاری یہی عرب سر زمین ہے۔ حضرت خلیلؑ، حضرت ذبیحہؑ اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے عظیم انبیاء کرام کا مسکن بھی یہی عرب خطے ہیں۔ اتنی عظیم دولت کے وارث ہو کر پھر کیوں 'غیر کے در' کی آس لگائی ہے اور اس کے بڑے نتائج کا مزہ چکھنے کے بعد بھی ابھی تک آپ ہوش میں نہیں آ رہے؟

جب عرب یہ شکوہ کرتے ہیں کہ اسرائیلیوں نے ہمیں گھر میں آکر مارا ہے تو شرم سے ہماری گردنیں جھک جاتی ہیں۔ خاص کر جب اس کا گلہ ان ظالم اور بخواہ طاقتوں کے پاس لے کر جاتے ہیں، جو یہ سبھی کچھ خود کر رہی ہیں، تو عزت نفس کے خلاف ہمیں شدید جھٹکے محسوس ہونے لگتے ہیں آخر عرب خود کیوں بیدار اور منظم نہیں ہوتے؟ ابلیسی طاقتوں کی طرف رجوع کرنے کے بجائے قرآن و سنت کی طرف رُخ کیوں نہیں کرتے، استغفار اور توبہ سے کام کیوں نہیں لیتے؟ عرب تو خود ثالث رہا ہے۔ آج کسی غیر کی ثالثی کی بھیک مانگنے کے لئے کیوں اٹھ دوڑا ہے۔ اقوام کے مسائل تمہارے پاس آتے تھے۔ آج اغیار کے دروازہ کی طرف ٹکلی باندھے دیکھتے ہوئے تمہیں غیرت کیوں نہیں آتی؟

(۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ صاحب مرکزی وزیر اطلاعات ہیں:

راولپنڈی ۷ء اپریل (پ پ ا) مرکزی وزیر اطلاعات، نشریات، اوقاف و حج جناب کوثر نیازی آل پاکستان سگریٹ فروشان یونین کے کنوینشن میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کریں گے۔ یہ کنوینشن جس کی صدارت وزیر اعلیٰ سندھ ممتاز بھٹو کریں گے، ۸ اپریل کو ہوٹل میٹروپول کراچی میں ہوگا۔ (روزنامہ وفاق لاہور ۸ء اپریل)

بامسلمان اللہ اللہ بابر ہمن رام رام

کبھی انجناب فلمی ستاروں کو رونق بخشتے ہیں، کبھی شیعہ دوستوں کے ماتمی جلسوں کی زینت بنتے ہیں۔ کبھی پاکپٹن تشریف لے جا کر بہشتی موری سے گزار کر قوم کو بہشت کا سرٹیفکیٹ مہیا کرتے ہیں۔ کبھی کسی عظیم ہستی کے عرس میں شرکت کرتے ہیں۔ ترنگ اٹھتی ہے تو کعبہ کو بھی اٹھ دوڑتے ہیں۔ قبروں کو غسل دینے والے کعبے کے غسل میں بھی شرکت فرماتے ہیں اور ملک میں عموماً عظیم مقابر کی یا ترا کو جاتے رہتے ہیں، دوسری طرف یہ روایت صدر بھٹو سات حج بھی کر ڈالے ہیں۔

معشوق ماہیوہ ہر کس برابر است

ماما شراب خورد باز اہد نماز کرد

سیرت النبی اور میلاد شریف کے جلسوں کی قیادت بھی فرماتے ہیں اور خود تقریریں بھی کرتے ہیں۔ گو ان سے بھی پیپلز پارٹی کے مقاصد کی تکمیل کے لئے جواز ہی ڈھونڈتے ہیں۔ تاہم تقریر فرمایا ہی کرتے ہیں۔ دوسری طرف جناب نے اعلان فرمایا ہے کہ وہ صدر بھٹو کے سوانح مرتب فرمائیں گے۔ یادوستوں نے سنا تو کہا:

جناب! تسلی رکھئے! صدر بھٹو کو آپ یاد ہیں!

(۳)

ملکی آئین کی توثیق کے بعد:

ملکی آئین کی توثیق اور منظوری کے موقع پر، حزب اقتدار اور اپوزیشن کے مابین جو خوشگوار فضا پیدا ہو گئی ہے، صدر بھٹو اور ان کی اس پارٹی نے جو لاؤڈ سپیکر کا کام دیتی ہے۔ جشن آئین کے آغاز ہی میں حزب اختلاف کے خلاف اچانک مہم چلا کر فضا کو پھر سے مکرر کر دیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس خوشگوار فضا سے پیپلز پارٹی سے زیادہ اپوزیشن کے وقار میں اضافہ ہوا ہے جو نئے انتخابات کے سلسلہ میں پیپلز پارٹی کے لئے وجہ پریشانی ہو سکتا ہے۔ ہمارے نزدیک پیپلز پارٹی کی یہ وہ غیر جمہوری ذہنیت ہے، اپوزیشن کی مدتوں سے نشاندہی کرتی آرہی ہے۔

(۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ملکی آئین ہماری نگاہ میں:

حالیہ آئین کی حیثیت وہی ہے جو صرف ایک عام بے عمل کلمہ گو کی ہوتی ہے کہ ہم اس کو گو کافر نہیں کہہ سکتے تاہم اس کو کامل مومن اور پورا مسلم بھی نہیں کہہ سکتے۔ یہی حال ہمارے ملکی آئین کا ہے۔ گو ہم اس کو کافر نہ دستور نہیں کہہ سکتے تاہم پورا مومن نہ ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا مطالبہ پورا پورا اسلام قبول کرنا ہے۔

أَدْخُلُوا فِي الْإِسْلَامِ كَافَّةً (قرآن)

اجمالی طور پر آئین کے جو پہلو خام یا محل نظر ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) قرآن و سنت کے مطابق قوانین بنانے کے لئے اس امر کی تشریح نہیں کی گئی کہ قرآن و سنت کی تعبیر کی نوعیت کیا ہوگی؟ سلفی یا خلفی؟ اس لئے ضروری ہے کہ اس امر کی ضمانت دی جاتی کہ قرآن و سنت کی تعبیر صرف وہی قبول کی جائے گی، جس کو اسلاف کی تعبیر سے مناسبت ہوگی۔ اس قید کے بغیر وہی ہو گا جو قرآن و سنت کے نام پر آج ہو رہا ہے۔

(۲) جمہوریت کی نوعیت بھی متعین کی جاتی کہ اسلام میں اس کی کیا نوعیت ہے؟

(۳) صدر اور وزراء اعظم کی علیحدگی کے لئے صرف چند نفوس کے عدم اعتماد کی قید پر انحصار نہ کیا جاتا بلکہ یہ بات بھی ان کی علیحدگی کے لئے کافی ہوتی کہ ان میں سے کوئی 'کفر بواح' کا مرتکب ہو یا ان کے مساعی اور ذاتی حیثیت کی وجہ سے اسلام اور شعائر دین کی بے حرمتی کے سامان عام ہو گئے ہوں اور ملک میں ان کی بدولت اسلام کے مستقبل کو کوئی تقویت نہ ملی ہو یا وہ کبار کے مرتکب ہوئے ہوں۔

(۴) آزادی رائے مشروط ہو کہ اسلام۔ ہاں وہ اسلام جس کا تصور اسلاف نے پیش کیا تھا، کے خلاف نہ ہو۔

(۵) صدر، وزراء اور ارکان اسمبلی کے لئے صرف مسلمان ہونا ہی کافی نہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ ان کی مسلمانی پر ان کا عمل صالح شاہد ہو۔

(۶) وزراء کے لئے ضروری ہے کہ ان کو متعلقہ شعبہ سے مناسبت حاصل ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا خاص خیال رکھا کرتے تھے (الفاروق) رنہ 'سیاسی رشوت' سے زیادہ اس کی حیثیت نہ ہوگی۔

(۷) تینوں مسلح افواج کے سربراہوں کے لئے انہی معنوں میں مسلمان ہونا ضروری ہے، جن معنوں میں صدر اور وزیر اعظم کا مسلم ان ہونا ضروری ہے۔

(۸) غیر اسلامی تحریکوں کے لئے 'مسلمانوں' کو اپنے افکار کی تبلیغ کر کے مرتد کرنے کی اجازت نہ ہو۔

(۹) انتخابات میں حصہ لینے والے امیدوار کو (الف) مناسب صلاحیت (ب) قابل ذکر خدمات (ج) اور اسلامی اخلاق اور کیریئر کا سرٹیفکیٹ پیش کرنا ضروری ہو۔ بدنام اور کبار کے مرتکب کے لئے الیکشن لڑنا ممنوع ہو۔ جو لوگ پہلے ممبر رہ چکے ہوں، ان کا ریکارڈ چیک کیا جائے، اگر اُس نے واقعی قابل ذکر خدمات انجام دی ہوں اور اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے ملک و ملت کو ایک مقام و پاہو تو بہتر، ورنہ دوبارہ اس کو الیکشن لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائے۔ مٹی کے مادھوؤں اور دوسروں کے دم چھلوں اور مضمیموں کو نااہل قرار دیا جائے۔

(۱۰) جو قومی نمائندہ، وزیر، دریا سرکاری حکام، کسی کو نجی رقابت اور ذاتیات کی بنا پر ناحق نقصان پہنچانے کی کوشش کریں اور عدالت عالیہ میں اُن کا یہ عناد ثابت ہو جائے تو اُس کو اپنے منصب کے لحاظ سے نااہل قرار دیا جائے۔

(۱۱) بعض سرکاری حکام اور حکومت کے بعض پہلوؤں کو عدلیہ کے دائرہ اختیار سے باہر رکھنا، عدلیہ کے مقام و مرتبہ آزادی اور حقوق کے منافی ہے۔ یہ حربہ غیر اسلامی بھی ہے اور غیر جمہوری بھی۔

(۵)

مولانا ہزاروی قابلِ رحم ہیں:

مولانا غلام غوث ہزاروی نے مولانا مفتی محمود پر زور دیا ہے کہ: یا تو وہ متحدہ جمہوری محاذ سے الگ ہو جائیں یا محاذ کے تمام عہدوں سے جماعت اسلامی کے رہنماؤں کو ہٹا دیں۔ نیز کہا کہ محاذ کے تمام عہدے ایسے لوگوں کو دیئے گئے ہیں جن کا تعلق جماعت اسلامی سے ہے، انہوں نے اس صورت حال پر شدید نکتہ چینی کی اور کہا کہ اس سے جماعت اسلامی اور اس کے راہنماؤں کے وقار میں اضافہ ہوا ہے۔ مزید کہا کہ اگر محاذ نے جماعت اسلامی کی شرکت پر اصرار جاری رکھا تو میں محاذ سے تعاون نہیں کروں گا۔ نئے انتخابات میں متحدہ محاذ کے جس اُمیدوار کا تعلق جماعت اسلامی سے ہو گا میں اس کی مخالفت کروں گا۔ اور خیال رکھوں گا کہ جماعت اسلامی کا کوئی اُمیدوار کامیاب نہ ہونے پائے۔“ (وفاق۔ مختصراً)

اللہ مغفرت کرے، علامہ اقبالؒ پر، کیا خوب کہہ گئے ہیں:

گلہ جھٹائے وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے

کسی بُت کدے میں بیان کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

نہ ستیزہ گاہ جہاں نئی، نہ حریف پنجہ قلن نئے

وہی فطرت اسد الہی وہی مرحبہ وہی عنتری

مولانا ہزاروی اب عمر کی ایسی سیڑج پر پہنچ گئے ہیں، جہاں پہنچ کر عموماً لوگ اسی طرح کی ہانکا کرتے ہیں۔ اس لئے سنجیدہ حضرات سے ہم یہ اپیل کریں گے کہ وہ اُن کی ایسی باتوں کا برا نہ مانا کریں۔ پس پردہ اگر ڈور کوئی اور ہلا رہا ہے تب بھی بات یہی ہے کہ یہ جناب کی عمر کا تقاضا ہے۔

مولانا مودودی سے جن اُمور میں ان حضرات کو اختلاف ہے، ہو سکتا ہے دوسرے اہل فکر بھی بعض اُمور میں ان سے متفق ہوں، لیکن اس کی حیثیت خالص علمی اور حقیقی ہے۔ وہ رنگ نہیں ہے جس کی مولانا ہزاروی نمائش فرما رہے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر محاذ نے جماعت اسلامی کی شرکت پر اصرار کیا تو وہ محاذ سے تعاون نہیں کریں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، کیونکہ جس طرح وہ محاذ سے تعاون کر رہے ہیں، وہ روزِ اوّل سے ہی سب کے سامنے ہے۔ بہر حال ہم حیران ہیں کہ حضرت والا، مجیب، بھٹو، کمیونسٹ، مرزائی نواز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور مرزائیوں کی موجودگی کے باوجود تو اپنا تعاون جاری رکھ سکتے ہیں لیکن اگر اپنا تعاون جاری نہیں رکھ سکتے تو وہ صرف جماعت اسلامی کی موجودگی کی صورت ہے۔

خود بدلتے ہیں، قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

التفسیر والتعبیر

بِالْغَيْبِ (۱)

(۱) بِالْغَيْبِ (غیب کے ساتھ، غیب پر، پس پشت) اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ خدا اور رسول کی بات صرف اس لئے برحق تسلیم کرنا اور ماننا کہ چونکہ اس نے فرمایا ہے۔ وہ بات ہمارے ادراک کے بس کا روگ ہو یا نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ سامنے ہوں یا غائب اور آنکھوں سے او جھل ہو جائیں تو ہر حال میں ان کے ایمان و اسلام میں فرق نہیں آتا۔ ریاکار اور منافق کی طرح نہیں ہوتے کہ سامنے ہوں تو سبحان اللہ، پس پشت ہو تو اعوذ باللہ۔ ان کی جلوت اور خلوت، ظاہر اور باطن میں پوری یکسانیت ہوتی ہے۔ اس باب میں وہ بڑے مخلص، پکے اور سچے ہوتے ہیں۔

وَقَالَ بَعْضُهُمْ يَوْمَنُونَ بِالْغَيْبِ كَمَا يَوْمَنُونَ بِالشَّهَادَةِ وَلَيْسُوا كَمَا قَالَ تَعَالَى عَنِ الْمُنَافِقِينَ (وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا بِالْغَيْبِ حَالًا أَيْ فِي حَالٍ كَوْنَهُمْ غَيْبًا عَنِ النَّاسِ) (ابن کثیر)

ہمارے نزدیک یہ دونوں معنی صحیح ہیں۔

ایمان بالغیب کسی ذہنی بوجھ اور اندھیرے میں لاٹھی گھمانے کا نام نہیں بلکہ یہ طلب و جستجو کے لئے ایک مہمیز ہے۔ اس سے حضور قلبی کی کیفیت بھی نشوونما پاتی ہے اور **لِي مَعَ اللَّهِ** (امیر اللہ میرے ساتھ ہے) کا احساس بھی بیدار ہوتا ہے جو بندہ مومن کے لئے بہت بڑی معراج ہے۔ ہاں ایمان بالغیب کے اس مقام رفیع سے مناسبت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ صرف ”عقلی استدلال“ پر قناعت نہ کی جائے کیونکہ بعض اوقات یہ بجائے ”حجابِ اکبر“ بن جاتی ہے بلکہ چاہئے کہ اس کے ساتھ ساتھ عقلِ نبوی ذوقِ ایمانی اور نورِ عشق کی مشعلوں سے بھی استفادہ کیا جائے۔ اگر کوئی صاحب اس میں صرف انہی پر قناعت کر سکتا ہے تو ضرور کرے کیونکہ اس سفر حیات کے لئے اصلی زادِ راہ یہی چیزیں ہیں۔ ان سے نہ صرف حجابات کے پردے چاک ہوتے ہیں بلکہ ایک ایسی عالم شہود کی دولت بھی ہاتھ آ جاتی ہے جو طمانیت و سکینت کے نزول کا باعث بنتی ہے۔

غیوب میں غائب ترین حقیقت کبریائی ذات باری تعالیٰ ہے اس کو تسلیم کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات اور کنہ کی ٹوہ میں پڑنے کی کوشش نہ کی جائے کیونکہ وہ اس سے وراءِ الوالی ہے کہ اس کا کوئی کما حقہ، ادراک کر سکے۔ متکلمین نے اس سلسلہ میں جو بحثیں کی ہیں وہ محض فلسفہ زدہ لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ ان کا قیدہ صرف یہ ہے:

تو دل میں آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا

بس جان گیا میں تیری پہچان یہی ہے

ایمان بالغیب متقی بننے کے لئے اور قرآن حکیم سے استفادہ کرنے کے لئے اولین شرط اور اساسِ کامل ہے اگر اس میں کوئی خامی رہ جائے تو اس کے بعد اس پر اور جتنی اور جیسی کچھ بھی عمارت کھڑی کی جائے گی، کج، کمزور اور بے نتیجہ ثابت ہوگی۔ عجمیوں کے اختلاط سے فکر و عمل کی وہ سادگی غارت ہوئی جس پر ”عشق بردوش“ تسلیم و رضا کی عمارت قائم تھی۔ حکمتِ قرآنی کی جگہ عجمی حکمت و فلسفہ بر اجمان ہوا جس کی وجہ سے ’ایمان بالغیب‘

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی ان اقدار کو سخت نقصان پہنچا جن پر ہمارے روحانی مستقبل کا انحصار تھا۔ بلکہ مسلم تنزل اور ادبار و کبت کا آغاز اس وقت ہوا، جب ایمان بالغیب کے سلسلہ میں ان کے قلب و نگاہ میں عقلی بے اطمینانی کو بار ملنے لگا۔ الغرض ایما کی اساس اولین ”ایمان بالغیب“ پر ہے جب عقل عیار کا تیر چلا، ایمان کی معصومیت اور تسلیم و رضا کو شدید نقصان پہنچا۔

وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ

وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ (اور نماز پڑھتے ہیں) (۱) **وَيُقِيمُونَ** (اور قائم کرتے ہیں) اقامہ سے بنا ہے۔ اقامہ کے معنی کسی شے کو سیدھا کھڑا کرنے کے ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو، اس کے مناسب حال سیدھا کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس شے کا ہر جز، اپنی قدرتی وضع پر آجاتا ہے۔ ساتھ ہی آپ یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ یہ سیدھا کھڑا ہونا، شے سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ اور وہ شے کی اپنی قامت پر یوں فٹ ہے کہ چیز سے الگ آپ اس کو مشخص بھی نہیں کر سکتے۔ نماز کو قائم کرنے کے یہ معنی ہیں کہ:

(الف) ویسے ادا کی جائے جیسے چاہئے، یعنی وہ صرف نشست و برخاست کا ایک سلسلہ محسوس نہ ہو بلکہ اس سے ذاتِ کبریا کے باپِ عالی پر ایک غلام کی حاضری مترشح ہوتی ہو، اُس کا خارجی موقع اور نمونہ، رسول کریم ﷺ کی پاک نماز تھی، جس شخص نے ویسی نماز پڑھی، اُس نے واقعہ نماز قائم کی۔

(ب) نماز قائم کرنے کا ایک پہلو یہ ہے کہ نماز برپا کی جائے کہ خارج میں بھی اس کے انگ انگ سے نماز کی حیا اور وفا ٹپکتی ہو، اور ایسا معاشرتی نظام قائم کیا جائے جس کے ماحول میں نماز اجنبی نہ رہے۔ ماحول سے کٹ کر ادا نہ ہو، بلکہ نماز سازگار ماحول کی ایک قدرتی ادا بن جائے۔ یقین کیجئے! نمازی کی جو نماز اس کی ”قامتِ حیات“ کی ایک قدرتی وضع بن کر ابھرتی ہے، وہ اس کی قامتِ حیات کا جز و لاینفک بن جاتی ہے، اس لئے مسجد کے باہر بھی ساری روئے زمین اس کو خانہ خدا محسوس ہوتی ہے، اور وہ جہاں اور جس حال میں بھی ہوتا ہے وہ اپنے کو اس کے حضور میں پاتا ہے۔ **الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ** (وہ جو اپنی نماز پر قائم ہیں) (المعارج (ع) کا پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ قائم تبھی کہلائے گا، جب خارج میں بھی انہی مکارم حیات اور نوا میں کا حامل رہے گا، جو نماز میں انسان ملحوظ رکھتا ہے۔ ورنہ مداومت اور قائم رہنے کے کچھ معنی نہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کی سچی تصویر لفظوں میں پیش کرنا آسان نہیں ہے، تاہم مختصر آئیے ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اذان کی آواز سنتے ہی، گھر سے اٹھ کر یوں چل دیتے جیسے آپ اُن کو پہچانتے ہی نہیں (احیاء العلوم) جب نماز پڑھتے تو محویت کا عالم دیدنی ہوتا، سوز و گداز، خشوع و خضوع، تنہل، تضرع اور قنوت کا رنگ چھا جاتا۔ یوں کھڑے ہوتے جیسے ایک عاجز مسکین بندہ اپنے آقا کے حضور کھڑا ہو۔ ہر طرف سے کٹ کر صرف رب کے دھیان میں یکسو ہو جاتے، آہ و زاری، گریہ و بکا جیسی دلدوز کیفیات کا رنگ طاری ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن شیخ فرماتے ہیں کہ:

”دیکھا تو آپ نماز میں مشغول ہیں، آنکھوں سے نیر جاری ہیں، روتے روتے ہنسی بندھ گئی ہے۔ سینہ کی کیفیت یہ ہے، جیسے اندر کوئی چکی چل رہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہو یا کوئی ہانڈی اُبل رہی ہو۔“ (ترمذی ابو داؤد باب البكاء فی الصلوٰۃ الیل)

اخلاص کا یہ عالم تھا کہ خدا کے سوا اور کوئی چیز ملحوظ نہ تھی۔ نماز کی ادائیگی ایک آئینہ تقاضا پورا کرنے والی بات نہ تھی بلکہ یہ آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور سکون قلب کا ایک ذریعہ تھی (قرۃ عین لی فی الصلوٰۃ)

تصویر نماز:

قبلہ رو ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں کی لوت تک ہاتھ اٹھاتے۔ پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینہ پر باندھتے اور تھوڑے سکتے کے بعد ”سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ، کبھی اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ..... اللَّهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا اَنْتَ وَاَنَا عَبْدُكَ کبھی اللہ اکبر لا الہ الا انت سبحان اللہ و بحمدہ، سبحان اللہ و بحمدہ پڑھتے۔

پھر اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کبھی اس کے ساتھ من نفعه ونفعه وهبزه اور کبھی: وهبزه ونفعه ونفعه کا اضافہ فرما کر تعوذ پڑھتے۔

پھر سورہ فاتحہ پڑھتے۔ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے۔ رب الغلین پر وقف فرماتے، پھر الرحمن الرحیم پر ٹھہرتے۔ پھر ملک یوم الدین پڑھتے، ٹھہر ٹھہر کر، خوبصورت لہجہ کے ساتھ جیسے کوئی کسی خاص محویت میں کرتا ہے کہ اُسے دوسرا دھیان ہی نہیں ہے، ولا الضالین کے بعد ’امین‘ کہتے پھر کوئی سورت پڑھتے، کبھی لمبی سے لمبی، کبھی اوسط درجہ کی اور کبھی اس سے بھی مختصر، سورت کے درمیان یا آخر سے اُچک کر کوئی ٹُڑا نہیں پڑھتے تھے، بلکہ شروع سے پڑھتے، پوری پڑھتے یا کچھ ایک رکعت میں اور بقیہ دوسری رکعت میں مکمل کرتے۔ کبھی ایک ہی سورت کو دوبارہ دوسری رکعت میں پڑھتے اور کبھی دوسورتیں ایک ہی رکعت میں پڑھتے تھے۔ فجر کی نماز میں سب سے لمبی قرأت فرماتے تھے۔ جہر میں جہر سے، سری میں چپکے سے پڑھا کرتے تھے۔ یا کبھی کبھار سری میں بھی سُنانے کے لئے ایک آدھ آیت اونچی آواز سے پڑھ لیتے تھے، جمعہ میں سورہ جمعہ و منافقین اور کبھی سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ تلاوت فرماتے اور عیدین میں سورت ق اور سورت اقتراب الساعۃ پڑھا کرتے تھے۔ سورۃ کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں گر جاتے اور انگلیاں پھیلا کر دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیتے، دونوں پہلوؤں سے بازو الگ، پشت پوری طرح ڈھری مگر ہموار رکھتے، سر، پشت کے برابر رکھتے اور پھر یوں پُرسکون ہو رہتے جیسے آپ کا دل لگ گیا ہو، پھر سبحان ربی العظیم، کبھی سبحان ربی العظیم و بحمدہ، کبھی سبحانک اللہم ربنا و بحمدک اللہم اغفر لی، کبھی سُبُوْحٌ وَقُدُوْسٌ رَبِّ الْمَلٰٓئِکَةِ وَالرُّوْحِ، کبھی اللہم لک رکعت و بک امنت و لک اسلمت و علیک توکلت انت ربی خشع قلبی و سمعی و بصری و دمی و لحمی و عظمی و عصبی للہ رب العالمین اور کبھی سبحان ذی الجبروت و الملوک و الکبریاء و العظمتہ پڑھتے تھے۔ قیام جتنا لمبا یا چھوٹا ہوتا تھا، اسی کے مطابق رکوع بھی کرتے تھے۔

اس کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اٹھاتے، اور سیدھے ہو کر اطمینان کرتے، جیسے یہاں آپ کا دل لگ گیا ہو۔ اس حال میں ربنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لَكَ الْحَمْدُ كَبْهَى اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِل السَّمَوَاتِ وَمِل الْأَرْضِ وَمِل مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الثَّنَاءِ وَالْمَسْجِدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُنَّا لَكَ عَبْدُ اللَّهِ لَا مَانِعَ لَهَا أُعْطِيَتْ وَلَا مُعْطَى لَهَا مُنَعَتْ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ كَبْهَى اس پر یہ زیادہ فرماتے: اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي بِالْثَلْجِ وَالْبَرْدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اللَّهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَا كَمَا يَنْقَى الثَّوْبَ الْبَيْضُ مِنَ الْوَسْخِ اور نماز تہجد میں لربی الحمد لربی الحمد پڑھا کرتے تے اور یار کوع کے بد کا یہ قیام (قومہ) اتنا لمبا ہوتا جیسے کھڑے ہو کر آپ سجدہ میں جانا بھول گئے ہیں۔

پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جاتے، پہلے گھٹنے رکھتے، پھر ہاتھ رکھتے، سجدہ میں ماتھا، ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں کی انگلیاں ٹیکتے تھے۔ بازو، پہلوؤں سے دور رکھتے، کہنیوں کو کھڑا رکھتے، ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا۔ سجدہ جم کر اور اطمینان سے کرتے، سجدہ میں یہ پڑھتے: سبحان ربی الاعلیٰ کبھی وجمہ کا اضافہ کرتے، کبھی اللَّهُمَّ لَكَ سَجْدَتٌ وَبِكَ أَمْنٌ وَلَكَ اسلمت سجد وجہی للذی خلقہ وصورہ وشفق سمعہ وبصرہ تبارک اللہ احسن الخالقین کبھی سبحنک اللہم وبحمدک اللہم اغفر لی، کبھی سبوح وقدوس رب الملائکۃ والروح، کبھی اللَّهُمَّ اغفر لی ذنبی وقم وجلہ واولہ وآخرہ وعلانیۃ وسرہ، کبھی اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَمِعَاْفَاتِکَ مِنْ عِقُوْبَتِکَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لَا اِلهَ اِلاَّ اَنْتَ ثناء علیک انت کما اثبت علی نفسک پڑھا کرتے تھے۔ سجدہ قیام کے مناسب حال لمبا ہوتا تھا، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سر اٹھاتے، بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔ اور اس حال میں یہ پڑھتے: اللَّهُمَّ اغفر لی وارحمنی واجبرنی واهدنی وارزقنی وعافنی اور کبھی صرف اللَّهُمَّ اغفر لی پڑھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے حسب سابق دوسرا سجدہ فرماتے، پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے، گھٹنوں کو پکڑ کر پاؤں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے۔ پھر حسب سابق دوسری رکعتیں ادا کرتے تھے۔ تین اور چار رکعتوں کی صورت میں التحیات کے لئے بیٹھتے اور عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر اللہ اکبر کہتے ہوئے اٹھتے اور باقی رکعتیں ادا فرماتے، لیکن اب فرضوں میں فاتحہ کے بعد سورۃ نہیں پڑھتے تھے، ہاں سنن حسب سابق ادا فرماتے۔ آخری التحیات میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھ کر دُعا کرتے، پھر دونوں جانب سلام پھیرتے ہوئے السّلام علیکم ورحمۃ کہتے۔

ظہر میں چار فرض، اُن سے پہلے چار اور بعد میں دو سنتیں۔ عصر میں فرضوں کے بعد دو ۲۔ مغرب میں فرضوں کے بعد دو ۲، عشاء میں بعد میں دو سنتیں اور وتر اور فجر میں پہلے دو سنتیں پڑھتے تھے۔ رات کو تہجد دس نوافل اور ایک وتر، کبھی بارہ نوافل اور ایک وتر پڑھا کرتے تھے۔ نماز اور سلام سے پہلے دُعا تو آپ سے مروی ہے لیکن سلام کے بعد دُعا مانگنا آپ کا دستور نہیں تھا۔ (کتاب الصلوٰۃ ابن القیم ص ۲۰۴ تا آخر)

۲۔ الصّلوٰۃ (نماز) صلوٰۃ کے اصل معنی دُعا کے ہیں، کیونکہ یہ سر اپا ایک ادائے پکار ہے۔ کھڑے ہو کر جھک کر اور اس کے حضور منہ کے بل گر کر نمازی اُسے پکارتا ہے، نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے اور نماز کے جتنے روپ اور پہلو ہیں، بدل بدل کر زبان حال سے واضح کرتا ہے کہ الہی! اپنی زندگی کے ہر رنگ اور ہر پہلو میں تیرا ہی رہوں گا۔ تیرے ہی گن گاؤں گا اور تیری ہی رضا اور منشا کو سدالمحو ظ رکھوں گا۔

حضرت امام ابن تیمیہؒ پر خدا صد ہا رحمتیں کرے، لکھتے ہیں کہ اس نماز سے مراد، فرضی نماز بھی ہے اور نفل بھی، کبھی اس سے غرض یاد الہی بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوتی ہے، وہ الفاظ سے ہو یا ادا سے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب تک آپ اللہ کو یاد کرتے ہیں آپ نماز میں ہی ہوتے ہیں۔

فَانِ الصَّلٰوةَ اَيْضًا نَعْمَ الصَّلٰوةُ الْمَعْرُوضَةُ وَالتَّطَوُّعُ وَقَدْ يَدْخُلُ فِيْهَا كُلُّ ذِكْرِ اِلٰهٍ اَمَّا لَفْظًا اَوْ مَعْنًا، قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اِلٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ مَا دُمْتَ تَذْكُرُ اِلٰهَ فَانْتَ فِيْ صَلٰوةٍ (الاقتضاء ص ۱۱)

ادا اور معنوی ذکر اللہ، وہی زندگی ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

خِيَارُ عِبَادِ اِلٰهِ اِذَا رَوَّاهُ اَذْكُرُ اِلٰهَ (مسند احمد شعب الایمان)

”اللہ کے بندوں میں سے بہترین وہ بندے ہیں، جن کے دیکھے خدا یاد آجائے۔“

یہ نماز متقیوں کی دوسری نشانی اور قرآن حکیم سے استفادہ کرنے کے لئے شرط ثانی ہے۔ جو لوگ اس میں خام ہتے ہیں وہ صحیح متقی نہیں بن سکتے، نہ وہ قرآن حکیم سے مستفید ہو سکتے ہیں اور نہ فہم قرآن کی اُن کے لئے ارزانی ممکن رہتی ہے، چونکہ ملکی دستور ساز اداروں میں نمائندوں کی اکثریت عموماً بے نماز ہوتی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم کی ترجمانی اور اس سے استفادہ کرنے میں عموماً ناکام ہی رہتے ہیں۔ بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ، ترک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے توحید کے بعد سب سے پہلی چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے امر فرمایا، وہ یہی نماز ہے (سورۃ مدثر: ع ۱) کیونکہ توحید کا تحفظ اس کے بغیر ممکن نہیں ہے اور نہ پانچ وقت رب کے حضور حاضری دینے کے سوال کوئی شخص حامل قرآن رہ سکتا ہے۔ **وَالْدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ . وَالَّذِيْنَ يُمْسِكُوْنَ بِالْكِتَابِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (الاعراف)**

الغرض: علماء نے لکھا ہے کہ: یہی وہ عبادت ہے جو کسی شخص سے کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتی، کھڑے ہو کر نہیں تو بیٹھ کر ہی بیٹھ کر نہیں تو لیٹ کر ہی سہی، بول نہیں سکتے تو اشاروں سے ہی سہی، کہیں جم کر نہیں پڑھ سکتے تو چلتے ہوئے سہی، سخت خطرہ ہے تو سواری پر سہی جدھر رخ بن پڑے۔ ادھر کو سہی۔ بہر حال نماز کسی حال میں معاف نہیں، اس کے باوجود جو نہیں پڑھتے، اُن کا انجام سخت خطرے میں ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ، علماء لکھتے ہیں **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ . قُمْ فَأَنْذِرْ . وَرَبُّكَ فَكَبِّرْ (مدثر: ع ۱)**

میں **(رَبُّكَ فَكَبِّرْ)** سے مراد نماز ہے گویا کہ بعثت کے ساتھ یہ بھی فرض کی گئی تھی۔ چونکہ کفار کا ڈر تھا۔ اس لئے تین سال تک چھپ کر پڑھی جاتی رہی، اس لئے عام نہ ہو سکی، ہاں اب نماز کی جو شکل ہے وہ اس کی ترقی یافتہ شکل ہے، پہلے، بالکل ابتدائی درجہ میں تھی، مثلاً رات کو غیر موقت نماز، پھر صبح و شام وغیرہ وغیرہ۔

وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنْفِقُوْنَ

اور جو کچھ ہم نے اُن کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔ **(۱) مِمَّا** (اس چیز میں سے) یہ اصل میں دو حروف ہیں، **مِنْ** (سے) اور **مِمَّا** (چیز) یہ ترکیب وہاں اختیار کی جاتی ہے جہاں سب کچھ ملحوظ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں سے کچھ ہوتا ہے۔ یعنی سارا نہیں بلکہ سارے میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں، باقی رہا کہ وہ کچھ کیا ہوتا ہے اور اس کی حد کیا مقرر کی جاسکتی ہے؟ تو فرضی زکوٰۃ میں اس آمدنی کا چالیسواں حصہ ہے جو سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھر محفوظ رہے اور زکوٰۃ کے علاوہ زیادہ سے زیادہ 1/3 حصہ ہے، خدا کے ہاں یہ مقدار کثیر ہے۔ اس کی نگاہ آپ کی حقیر ”اُئی“ پر نہیں، اس دل اور جذبہ پر ہے جو محبوب برحق کی راہ میں لٹ جانے کو پالینا تصور کرتا ہے۔

(۲) **رَزَقْنَهُمْ** (اُن کو ہم نے دیا) رزق کے معنی، فیضان، مقرر حصہ، روزی، بارش سبھی آتے ہیں۔ جتنا اور جیسا کچھ کسی کے حصہ میں ہے، وہ سب رزق ہے۔ علوم و معارف اور ملکات بھی ”رزق“ میں داخل ہیں۔ کیونکہ انسان کچھ بھی گھر سے نہیں لایا، جو کچھ اس کے پاس ہے، سب اس کی عطا، دین اور بخشش ہے۔

(۳) **يُنْفِقُونَ** (خرچ کرتے ہیں) اس اتفاق میں، ہر وہ سرمایہ آجاتا ہے جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔ وہ سرمایہ مادی ہو یا روحانی، مالی ہو یا فنی۔ مالی کی طرف ذہن اس لئے زیادہ جاتا ہے کہ، کسی نہ کسی درجہ اور رنگ میں دوسرے سلسلے عموماً جاری ہی رہتے ہیں، لیکن مالی اتفاق کا سلسلہ اتنا عام نہیں ہے اور جتنا ہے اُس کی کیفیت دوسروں سے بالکل مختلف ہے، مالی میں جو دینا ہوتا ہے وہ دے ہی دینا ہوتا ہے، وہ اپنے پاس نہیں رہتا۔ رہے باقی سلسلے، وہ روحانی ہوں یا فنی؟ اُن کا تعلق تعلیم و تربیت سے ہوتا ہے، وہ جتنا بھی کوئی کرے، وہ کم نہیں ہوتے، بلکہ مزید بڑھتے ہیں اس لئے مالی اتفاق بڑے ایشار کی بات ہے، دوسروں کو کسی کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ ہاں کم ظرفی اور تنگ نظری کی بات اور ہے۔ بہر حال جو بھی دولت رب نے دی ہے۔ وہ رب کی ہی ہے۔ اس کو محض اس کی رضا کے لئے خرچ کرنا متقیوں کی دوسری نشانی ہے۔ اور قرآن سے کسب فیض کرنے کے لئے تیسری شرط ہے۔ مال دار مال خرچ کریں، اہل علم، علم عام کریں، اہل دل، خلق خدا کے مردہ دلوں کی فکر کریں، با اثر، خدا کا بول بالا کرنے کے سامان کریں۔ **هَٰذَا رَزَقْنَهُمْ مِّنَ الْهَالِ وَالْعِلْمِ وَالْجَاوِدِ يُنْفِقُونَ**۔ **ایاھا فی الخیر** (تفسیر القرآن بکلام الرحمن) اگر یہ چاروں سلسلے اُٹھ کھڑے ہوں، تو ملک و ملت کی تقدیریں جاگ اُٹھیں، اور دُنیا کے ساتھ اُن کی آخرت بھی کامیاب رہے۔

رسائل و مسائل

شیخ الحدیث مولانا محمد کنگن پوری

کیا عامل بالحدیث (اہل حدیث) ہونا ممکن ہے؟

زیر نظر آرٹیکل میں جو ابلاغ نوائی تو کسی حد تک گوارا ہو سکتی ہے لیکن جوابات میں بعض جگہ عاملین بالحدیث کے متعلق بھی اجتہاد کے حریف 'فرقہ' ہونے کا احساس ہوتا ہے جو پیش کردہ حدیث 'وہی الجماعة (ما انا علیہ واصحابی) کی صحیح تعبیر نہیں ہے۔ (ادارہ)

17. جب یہ ثابت ہو گیا کہ فلاں فعل یا قول نسیاناً یا اجتہادی غلطی سے سرزد ہوا ہے تو ہم اس کے مکلف ہی نہیں اور ہمارے لئے وہ جائز ہی نہیں، بلکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اتباع کے بجائے مجھے غلطی یاد دلاؤ تاکہ میں وہ غلطی درست کر لوں۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں ہے:

عن عبد الله بن مسعود ان رسول الله ﷺ صلى الظهر خمسا فقليل له ازيد في الصلوة فقال وما ذاك قالوا صليت خمسا فسجد مسجدين بد ما سلم وفي رواية قال انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون فذكروني (الحديث) یعنی عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھادی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ کیا نماز میں زیادتی ہو گئی ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا، کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا، آپ ﷺ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے سہو کے دو سجدے کیے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم جیسا بشر ہوں اور تمہاری طرح ہی بھول جاتا ہوں۔ جب بھول جاؤں، مجھے یاد دلایا کرو۔ اس کو بخاری، مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص 92)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی غلطی کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کی اصلاح کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ صحابہؓ نے جب یاد دلایا تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کی اصلاح کر لی اور یہ ایک ہی دفعہ کا واقعہ نہیں ہے بلکہ کئی دفعہ ایسا ہوا، چنانچہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ظہر کی دو رکعت نماز پڑھائی، ذوالیدین کے یاد دلانے اور دیگر صحابہؓ کے تصدیق کرنے کے بعد باقی نماز پوری کی اور سجدہ سہو کیا۔ اس کو بخاری مسلم نے روایت کیا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ایک دفعہ عصر کی تین رکعت پڑھائیں اور گھر چلے گئے۔ ذوالیدین آپ ﷺ کے پاس گیا اور کہا تو آپ ﷺ غصہ سے چادر کھینچتے ہوئے آئے اور فرمایا کیا یہ سچ کہتا ہے؟ صحابہؓ نے کہا ہاں، تب آپ ﷺ نے ایک رکعت پڑھائی اور بعد از سلام سجدہ سہو کیا اس کو مسلم نے روایت کیا۔ (مشکوٰۃ ص 93)

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے وہ افعال جو آپ ﷺ سے نسیان یا اجتہادی خطا سے سرزد ہوئے ان کی اتباع کا ہمیں حکم نہیں۔ آپ خوا مخواہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم ان پر ہی عمل کریں۔ یہ آپ کی کم عملی اور کم فہمی پر دال ہے۔ اس طرح ہر حدیث پر عمل ہو گیا کیوں کہ آپ ﷺ نے اپنی غلطی کی اصلاح کا حکم دیا ہے نہ کہ غلطی کی اتباع کرنے کا۔ آپ ہمیں حدیث سمجھنے کی تلقین کرتے ہیں اور خود حدیث میں کمزور ہیں۔ 18. آپ صرف حدیث کا نام لیتے ہیں حالانکہ قرآن میں بعض اجتہادی غلطیاں اور نسیان مذکور ہیں چنانچہ اسارے بدر سے فدیہ لے کر چھوڑ دینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور شہد اور لونڈی ماریہ قبٹیہ کو اپنے اوپر حرام ٹھہرانا، جیسا کہ ارشاد ہے:

لَمْ تُحَرِّمْ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبَتُّغِي مَرْصَاةَ أَزْوَاجِكَ

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ کے لئے حلال کیا ہے اس کو اپنی ازواج مطہرات کو خوش کرنے کے لئے کیوں حرام کرتے ہیں؟

تو آپ کو چاہئے کہ ان میں بھی آپ ﷺ کی اتباع کریں اور شہد وغیرہ اپنے پر حرام ٹھہرائیں، جب آپ خود اس پر عامل نہیں تو ہم پر کیا اعتراض کرتے ہیں۔

19. بہر حال ہر حدیث پر عمل ہو سکتا ہے کیونکہ نبی ﷺ کی اتباع فرض ہے اور اسی سے خدا کی محبوبیت حاصل ہوتی ہے اور اسی میں دونوں جہان کی کامرانی ہے اور آپ ﷺ کی اتباع کا پورا علم حدیث کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ لہذا اس کی اتباع ممکن بلکہ فرض ہے۔ نیز حدیث دین کا ایک جزو ہے، یعنی شرع کے چار دلائل ہیں۔ قرآن مجید، حدیث شریف، اجماع امت اور صحیح قیاس، جیسا کہ پہلے بیان کر چکا ہوں اور ہر دلیل کی اتباع فرض ہے تو حدیث کی اتباع فرض ہے۔ جب حدیث کی اتباع فرض ہوئی تو ہر حدیث پر عمل کرنا عین ممکن ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور رؤف ورحیم ہے۔ اپنے کمزور بندوں پر تکلیف مالا یطاق فرض نہیں کرتے۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا الْآيَةُ۔ پھر خواہ مخواہ آپ ممکن کونا ممکن اور ضدین سمجھ رہے ہیں۔ یہ آپ کی کوتاہ علمی ہے۔ برائیں عقل و دانش باید گریست۔

جب ہر حدیث پر عمل ممکن ہے جیسا کہ صحابہؓ اور سلف صالحین نے کر کے دیکھا یا ہم اہل حدیث کرتے ہیں تو جو شخص اس معنی سے اپنے آپ کو اہل حدیث کہے، وہ بالکل سچا ہے اور یہ نام بھی بالکل درست ہے اور اس کے سارے کام بھی اللہ کے فضل سے درست اور مقبول ہیں کیونکہ وہ نبی ﷺ کے اعمال ہیں اور نبی ﷺ کے سارے اعمال مقبول اور کھرے ہیں اور جو صحیح حدیث کو چھوڑ کر یعنی نبی ﷺ کی اتباع سے اعراض کر کے کسی امتی امام معین کی رائے قیاس پر عمل کرے وہ گھائے اور دھوکے میں ہے۔ قیامت کو حسرت سے اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کر کھایا کرے گا اور اس کا کوئی علائہ ہو سکے گا۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے:

وَيَوْمَ يَعِضُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا . يَوْمَئِذٍ لَّيْتَنِي اتَّخَذْتُ فُلَانًا خَلِيلًا . لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا . وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا .

20. سنت کا معنی 'طریقہ' بھی ہے اور 'حدیث' بھی۔ چنانچہ ابھی ذکر ہو گا۔ اگر آپ کی پیش کردہ حدیث میں سنت سے مراد 'طریقہ' لیں تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ طریقہ سے مراد آپ ﷺ کا حال اور عمل ہے اور آپ ﷺ کا حال اور عمل حدیث ہی کی ایک قسم ہے۔ یعنی فعلی حدیث، تو آپ ﷺ نے اس حدیث میں حدیث کے لازم پکڑنے کا ہی حکم دیا ہے۔ فافہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اگر سنت سے مراد 'حدیث' لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ سنت کا معنی حدیث بھی ثابت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنة رسولہ رواہ فی الموطا (مشکوٰۃ ص ۳۱)

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب اللہ دوسری حدیث رسول اللہ۔

اس حدیث میں اور اس کے علاوہ اور بے شمار احادیث میں سنت سے مراد حدیث آیا ہے۔ اور نہایہ ابن الاثیر میں ہے:

قد تکور فی الحدیث ذکر السنة وما تصرف منها والاصل؛ فیہا الطریقة والسیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما یراد بہا ما امر اللہ بہ النبی ﷺ ونہی عنہ وندب الیہ قولاً مما لم ینطق بہ الكتاب العزیز ولهذا یقال فی ادلة الشروع الكتاب والسنة القرآن والحديث (جلد ۲، ص ۱۸۶)

یعنی لفظ سنت کا ذکر احادیث میں بہت ہے اور لغوی معنی اس کا طریقہ اور سیرت ہے لیکن جب شریعت میں سنت بولا جائے تو اس سے مراد آپ ﷺ کی حدیث ہوتی ہے۔ یعنی جو کتاب اللہ میں نہیں آیا۔ صرف آپ ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا ہے۔ کسی چیز کا امر کیا ہے یا کسی چیز سے منع فرمایا ہے اسی واسطے ادلہ شرع میں کہا جاتا ہے کتاب و سنت، یعنی قرآن و حدیث۔

محدثین بھی 'سنت' بول کر 'حدیث' مراد لیتے ہیں جیسا کہ مشکوٰۃ وغیرہ میں ہے:

باب الاعتصام بالكتاب والسنة (مشکوٰۃ ص ۲۷)

اس پر مشکوٰۃ میں حاشیہ لکھا ہے:

قوله السنة المراد بالسنة ههنا اقواله عليه الصلوة والسلام وافعاله واحواله المعبر ههنا بالشریعة والطریقة والحقیقة (مرقاۃ۔ مشکوٰۃ ص ۲۷)

یعنی یہاں سنت سے مراد آپ ﷺ کے اقوال و احوال اور افعال ہیں جن کو دوسرے الفاظ میں شریعت، طریقت اور حقیقت کہتے ہیں۔

فقہاء حنفیہ بھی 'سنت' بول کر 'حدیث' مراد لیتے ہیں جیسا کہ نور الانوار میں ہے:

اعلم ان اصول الشرع ثلاثة الكتاب والسنة واجماع الامة

یعنی اصل دلائل شرع کے تین ہیں۔ کتاب اللہ، حدیث اور اجماع امت۔

پس آپ کی مذکورہ بالا پیش کردہ حدیث میں سنت سے مراد حدیث ہو سکتی ہے تو آپ کی پیش کردہ حدیث ہی سے حدیث کا لازم پکڑنا ثابت ہو گیا،

وهو عين المراد اور یہی مقصود ہے۔

21. آپ کی کم علمی کی حد ہو گئی۔ اگر آپ نے صرف مشکوٰۃ ہی پڑھی ہوتی تو یہ غلطی نہ کرتے کہ آپ ﷺ نے حدیث لازم پکڑنے کا حکم نہیں

فرمایا۔ گوش ہوش سے سنو:

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

عن ابی رافع قال قال رسول اللہ ﷺ لا الفین احدکم ستکنأ علی اریکنہ یأتیہ الامر من امری ہما امرت بہ او نہیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ رواہ احمد و ابو داود و الترمذی و ابن ماجہ و البیہقی فی دلائل النبوة (مشکوٰۃ ص ۲۹)

یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ وہ تخت پر مزے سے بیٹھے اور اس کو میرا کوئی امر یا نہی پہنچے اور وہ کہے میں کچھ نہیں جانتا۔ ہم تو جو کتاب اللہ میں پائیں گے اس کی اتباع کریں گے۔

قوله لا ادری الخ ای لا اعلم غیر القرآن والمعنی لا يجوز الاعراض عن حدیثہ ﷺ لان البعرض عنہ معرض عن القرآن

یعنی میں غیر قرآن کو نہیں جانتا۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ سے منہ پھیرنا قطعاً جائز نہیں کیونکہ حدیث سے منہ پھیرنا قرآن سے منہ پھیرنا ہے۔ کیوں صاحب!! اس حدیث میں حدیث لازم پکڑنے کا امر ہے یا نہیں؟ اور ملاحظہ فرمائیے:

عن المقدام بن معد یقول قال قال رسول اللہ ﷺ الا انی اوتیت القرآن ومثله معہ الا یوشک رجل شعبان علی اریکنہ یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوه وما وجدتم فیہ من حرام فحرموه وان ما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا لا یحل لکم الحمار الاہلی ولا کل ذی ناب من السباح الحدیث رواہ ابو داود والدارمی وابن ماجہ (مشکوٰۃ ص ۲۹)

یعنی مقدمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے قرآن اور اس کے ساتھ اس کی مثل بھی دیا گیا ہے یعنی مجھے صرف قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن کے ساتھ حدیث بھی خدا کی طرف سے ملی ہے جس کی اطاعت قرآن کی طرح فرض ہے۔ ممکن ہے کوئی شکم سیر آدمی اپنے تخت پر بیٹھا کہے کہ اس قرآن کو لازم پکڑو جو اس میں حلال پاؤ حلال جانو اور جو حرام پاؤ حرام جانو۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا حرام کردہ اسی طرح حرام ہے۔ جیسے اللہ نے حرام کیا خبردار گدھا اہلی اور ہر درندہ جو راشکی سے شکار مارتا ہے حرام ہے۔

اس قسم کی بیسیوں حدیثیں ہیں جن میں حدیث لازم پکڑنے کا امر موجود ہے مگر کہاں تک نقل کروں مضمون طویل ہو جائے گا۔ عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔

22. بزعم آپ کے ہر سنت بھی لائق نہیں مثلاً پہلے آپ کی یہ سنت تھی کہ نماز میں سلام کا جواب دیتے تھے، بعد میں سلام کا جواب دینا چھوڑ دیا۔ اسی طرح پہلے آپ ﷺ رکوع میں تطبیق کرتے تھے پھر اسے چھوڑ کر زانوؤں پر ہاتھ رکھنے لگے۔

اگر ہر سنت لائق عمل ہے تو آپ نماز میں سلام کا جواب دیں اور رکوع میں تطبیق کریں۔ معلوم ہوا کہ اہل سنت بھی ساری سنتوں پر عمل نہیں کر سکتے۔

23. یہ آپ کی غلطی ہے، ہر سنت سنت ہے خواہ سنت منسوخہ ہو یا ناسخہ، سنت منسوخہ پر بعد از فسخ عمل جائز نہیں۔ ناسخہ پر عمل کرنا لازم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

24. آپ کا نام اہل سنت بالکل غلط ہے جس طرح بزم آپ کے اہل حدیث ہر حدیث پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی حدیث منسوخ ہے، کوئی خاصہ وغیرہ ہے تو اسی طرح آپ بھی ہر سنت پر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی سنت منسوخ ہے، کوئی خاصہ وغیرہ ہے تو آپ کا اہل سنت نام کس طرح صحیح ہو جب کہ ساری سنتوں پر آپ کا عمل نہیں۔

اور اہل حدیث نام بالکل صحیح ہے کیونکہ وہ ہر حدیث اصطلاحی پر عمل کرتے ہیں اور آپ ﷺ کی ہر حدیث قولی، فعلی، تقریری کو واجب العمل جانتے اور مانتے ہیں۔ برخلاف اس کے آپ سنت یعنی صرف فعلی حدیث کو مانتے ہیں اور قولی تقریری حدیث کے منکر ہیں، جیسا کہ آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہے تو آپ مطہر رسول ہوئے یا نافرمان۔ اللہ تعالیٰ نے تو نبی ﷺ کے ہر قول، فعل اور تقریر کی اطاعت فرض کی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

”مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ“ ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي“ ”مَا أَتَكُمْ الرَّسُولُ فَاخْذُوا وَمَا نَهَكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی مطلقاً اتباع فرض کی ہے۔ آپ ﷺ کے قول و فعل تقریر ہر چیز کی اتباع فرض قرار دی ہے۔ مگر آپ ہیں کہ ”سنت“ یعنی آپ کے صرف فعل کی اطاعت کرتے ہیں۔ باقی سب کے تارک ہیں۔ یہ اطاعت رسول ہے یا نافرمانی رسول؟ زبانی محبت رسول کے بلند بانگ دعوے اور حال یہ؟ اللہ عزوجل کا بہت بڑا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ہم اہل حدیث کو نبی ﷺ کی پوری اتباع نصیب کی اور نبی کی ہر ادا اور ہر ارشاد، امر اور نہی اور تقریر پر عمل نصیب فرمایا **وما هو علی اللہ بعزیز**۔ الحمد للہ الذی ہدانا لهذا **وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا اللہ**۔

25. یہ سب باتیں جو آپ نے اس عبارت میں بیان کی ہیں، امام صاحب نے کہاں اور کسی کتاب میں لکھی ہیں؟ کیا امام صاحب کی دنیا میں کوئی تصنیف ہے بھی، ایک فقہ اکبر کے متعلق مشہور ہے کہ آپ کی تصنیف ہے، نہ معلوم وہ بھی آپ کی تصنیف ہے یا کسی شاگرد کی؟ **وَيُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا** کچھ نہ کرنے پر ہی خوشامد اور مدح کے طالب ہیں۔

امام صاحبؒ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث میں کمزور ہونے کے باعث رائے و قیاس کا دروازہ کھولا۔ اس سے کچھ فائدہ بھی ہوا لیکن فائدہ سے نقصان زیادہ ہوا کہ امت کا ایک جم غفیر اتباع رسول سے منہ موڑ کر ان کا مقلد بن گیا۔ اگرچہ امام صاحب رحمہ اللہ اس میں دیگر ائمہ کی طرح بے قصور ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تقلید سے منع کر دیا تھا لیکن بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے سوال کرے جیسے عیسیٰؑ سے کرے گا **”أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأَتِّحِ الْهَيْنَ مِنْ دُونِ اللَّهِ“** اے عیسیٰ! کیا تو نے کہا تھا مجھے اور میری ماں کو خدا بنا لو۔ اس سوال سے عیسیٰؑ کے ہر بن مومن سے خوف کے مارے خون نکل پڑے گا۔

جملہ ائمہ و محدثین مالک، شافعی، احمد بن حنبل وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین نے بے شمار کتب تصنیف کر کے امت پر بے حد و حساب احسان کیا ہے۔ ان کا آپ نام تک نہیں لیتے اور جن کی ایک تصنیف بھی نہیں، صرف ان کے مدارج ہیں۔ کیا یہ انصاف ہے؟ **وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ط**

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

26. مقلدین حضرات سے بریلویوں نے تو بزرگوں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر ان کو پکارنا اور ان سے امداد طلب کرنا شروع کر دیا اور دیوبندیوں نے سب ائمہ کو چھوڑ دیا اور صرف امام ابو حنیفہؒ کی تقلید پر قانع ہو گئے اور ان کے احترام میں اس قدر غلو کیا کہ ان کو غرام و حلال کا مالک سمجھ بیٹھے، جس کو وہ حلال کہیں حلال اور جس کو حرام کہیں حرام جانا۔ لیکن اہل حدیث نے سب ائمہ و علماء مجتہدین کو بیک نظر دیکھا اور ان کا پورا احترام کیا اور ان کی ہر صحیح بات کو جو قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو، مانا۔ ان میں سے نہ کسی کی محبت میں غلو کیا نہ کسی کو چھوڑا سب کو آسمان کے ستارے اور ہدایت کے چراغ سمجھا:

فتلک آباء فجئنی، مملہم یعنی یہ سارے ہمارے بزرگ ہیں ان جیسے کوئی لا کر دکھائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہم اہل حدیث کو راہ اعتدال نصیب فرمائی اور دعا ہے:

آل امان کر دند اجتہاد رحمت حق بر روانِ جملہ باد

یہاں آپ کو لفظ 'حدیث' کے بجائے لفظ 'سنت' لکھنا چاہئے تھا کیونکہ آپ تو سنت کو ماننے ہیں نہ کہ حدیث کو۔

27. امام صاحب تقریباً ایک صدی بعد پیدا ہوئے ہیں اور کچھ عرصہ 40-50 سال تعلیم و تعلم میں صرف ہوئے ہوں گے تب کہیں امامت کے مقام پر پہنچے ہوں گے۔ سو اس ڈیڑھ صدی کے مسلمانوں نے بغیر امام مجتہد کے نور کے حدیث سمجھی تھی یا نہیں اور وہ ناجی ہوئے یا ان کا انجام غرقابی ہے؟

فتفکر ولا تکن من المعتدین.....!

امام صاحب حدیث کیا سمجھائیں گے؟ جب کہ ان کے علم حدیث کا یہ حال ہے کہ صحاح ستہ میں ان سے کوئی ایک حدیث بھی مروی نہیں نہ ان کی کوئی حدیث کی کتاب ہے۔

28. اپنے منہ میاں مٹھو بننا اور اپنی تعریف خود کرنا اور بغیر ثبوت و دلیل دعویٰ پر دعویٰ کیے جانا انسانیت نہیں ہے۔

29. اماموں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں، چنانچہ تفسیر جلالین ص ۲۳۴ میں ہے:

یوم ندعو کل اناس بامامہم بنبیہم فیقال یا امة فلان او بکتاب احمالہم فیقال یا صاحب الخیر یا صاحب

الشر

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے انبیاء کے نام سے پکاریں گے یعنی فرمائیں گے، اسے فلاں نبی کی امت یا امام سے مراد اعمال نامے ہیں کیونکہ امام کے معنی کتاب بھی آتے ہیں۔

جیسا کہ سورہ یسین میں ہے:

وکل شئ اخصیئہ فی امام مبین سو آپ کا یہ فرمانا کہ اہل سنت وہی ہو سکے گا جو کسی امام کا مقلد ہو گا غلط ہو گیا بلکہ اہل سنت وہ ہو گا جو آپ کی کل حدیثوں پر عمل کرے گا جیسے ہم اہل حدیث کا عقیدہ ہے۔ اسی طرح جامع البیان میں ہے، لہذا آپ کا اس آیت سے امام ابو حنیفہؒ مراد لینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

غلط ثابت ہوا، آپ یونہی پھولے پھرتے ہیں اور صحیح مطلب کا پتہ ہی نہیں۔ نہ حدیث دیکھتے ہیں نہ تفسیر، زبانی زبانی ہی سب کچھ بنا رکھا ہے۔
30. ہم اہل حدیث محمدی ﷺ جہاز پر سوار ہیں اور ہمارے ناخدا اسید الکوین امام الانبیاء ختم الرسل ہیں، جن سے بہتر کوئی ناخدا ممکن ہی نہیں۔
مقلدین، جہاز محمدی چھوڑ کر تقلید کی کمزور کشتی پر سوار ہو گئے ہیں۔ جس کا ناخدا ایک امتی ہے جو خطا اور غلطی سے معصوم نہیں:
المجتہد یخطئ ویصیب مجتہد سے غلط اور صحیح دونوں کا امکان ہے۔ آپ ہی کا مسلمہ ہے۔

چنانچہ امام صاحب کا اپنی زندگی میں بہت سے مسائل سے رجوع کرنا ثابت ہے۔ یہ دلیل ہے اس کی کہ امام صاحب سے خطائیں ہوئی ہیں اور امام صاحب نے خود ثابت کر دیا کہ میرے پہلے مسائل غلط ہیں اور نئے صحیح ہیں۔ یہ اچھی ذمہ داری ہے؟
سو مقلدین کا انجام غرقابی ہونا ممکن ہے نہ کہ اہل حدیث کا۔ کیونکہ ان کے ناخدا امام ابو حنیفہؒ مجتہد ہیں جو غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ لہذا ان کی کشتی ڈوبی کہ اب ڈوبی۔ نیز امام ابو حنیفہؒ کی تخصیص کس آیت یا حدیث میں آئی ہے؟

34. غلط کہتے ہو، اہل حدیث تو سید الکوین فدا ابی وامی ﷺ کی ذمہ داری پر سفر کر رہے ہیں۔ لہذا ان کو کئی خطرہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ جس کشتی کا ناخدا محمد ﷺ) ہو اس کا پار لگانا گزیر ہے۔ یہ ہمارا اٹل عقیدہ ہے اور اگر آپ آنحضرت ﷺ کے علاوہ کسی ناخدا کی تلاش میں ہیں تو یہ آپ کی عقل کا فنور ہے۔

تنبیہ:

اب میں آخر میں ایک دو حدیثیں ایسی ذکر کرتا ہوں جن سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اہل حدیث رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے موجود ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے:

باب قول النبی ﷺ لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق یقاتلون وهم اہل العلم

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا اور حق پر لڑتا رہے گا۔

امام بخاریؒ نے فرمایا کہ ’اس گروہ سے مراد اہل علم ہیں۔‘

اور امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینی نے فرمایا، ’اس سے مراد اہل حدیث کا گروہ ہے۔‘

میں کہتا ہوں، ’امام بخاریؒ کی اہل علم سے مراد بھی اہل حدیث ہی ہے کیونکہ اصل حدیث ہی ہے۔‘

اور مشکوٰۃ میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل بہتر ۲۷ فرقے ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر ۳۷ فرقے ہو جائے گی۔ سارے فرقے جہنم میں جائیں گے صرف ایک فرقہ جنتی ہو

گا۔ صحابہ نے عرض کیا وہ ایک فرقہ کون سا ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو میرے عقیدہ اور عمل پر ہو گا۔“ (مشکوٰۃ ص ۳۰)

امام احمدؒ نے فرمایا، ”وہ اہل حدیث ہیں ان کے علاوہ کوئی اور فرقہ مراد نہیں۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

صحیح بخاری اور ترمذی وغیرہ کی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی ﷺ نے جس فرقہ کے حق پر ہونے اور تاقیامت باقی رہنے کی اطلاع دی ہے وہ فرقہ اہل حدیث ہے۔ وہی الجماعة اور وہ جماعت ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل حدیث نام صحیح ہے جیسا کہ امام علی بن مدینیؒ اور امام احمدؒ کے فرمان سے ظاہر ہے۔

اہل حدیث نام صحابہ کے زمانہ سے مروج ہے

چنانچہ المیزان الکبریٰ للشعرانی جلد ۱ ص ۴۶ میں ہے:

تعرف الصحابة في عهدهم بأسمين الاول باهل الحديث والثاني باصحاب السنن كما كان يذكر عمر بن الخطاب اصحاب النبي ﷺ فكان يقول سياقي قوم يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بكتاب الله عز وجل

یعنی صحابہؓ اپنے زمانہ میں دوناموں سے مشہور تھے۔ پہلا اہل حدیث دوسرا اصحاب سنن، جیسا کہ حضرت عمرؓ صحابہ کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ ایک قوم آئے گی اور مشابہات قرآن میں تم سے جھگڑے گی، تم اس کو احادیث سے جواب دینا کیونکہ اہل حدیث کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

صحابہؓ کے دونوں ناموں اہل حدیث اور اصحاب سنن کا ایک ہی مطلب و معنی ہے کیونکہ سنن کا معنی بھی حدیث ہی ہے جیسا کہ حدیث کی بعض کتابوں کا نام سنن ہی ہے جیسا کہ سنن ابی داؤد، سنن نسائی سنن ابن ماجہ وغیرہ۔

پس ثابت ہوا کہ صحابہؓ بھی اہل حدیث تھے اور اہل حدیث کہلایا کرتے تھے۔ امید ہے کہ اب آپ اس نام کو غلط نہ کہیں گے اور اہل حدیث کو اہل سنت سے خارج نہ کریں گے کیونکہ اہل سنت اور اہل حدیث کا ایک ہی معنی ہے یعنی حدیث پر عمل کرنے والے۔

امام ابو حنیفہؒ نے اہل سنت کی جو تعریف کی ہے، اس میں بھی اہل حدیث شامل ہیں۔ چنانچہ کتاب حقیقہ الفقہ ص ۲۳۴ مؤلفہ حافظ محمد یوسف صاحب جے پوری میں ہے:

‘باب اہل سنت کی تعریف میں۔ افضل جاننا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو، محبت رکھنا حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے۔ موزوں پر مسح کرنا۔‘ (ابو حنیفہ) (در مختار جلد ۱ ص ۱۲۹)

سارے اہل حدیث کا یہی عقیدہ ہے، جو امام صاحب نے بتایا ہے لہذا ہم اہل حدیث اہل سنت ہیں۔ نیز پیران پیر حضرت عبدالقادر غنیہ الطالین میں فرماتے ہیں:

واما الفرقة الناجية فهي اهل الحديث یعنی فرقہ ناجیہ اہل الحدیث ہیں۔ (البشری ص ۲۸)

دراصل یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اصل نام مسلمین تھا **تَاهُو سَمَكُمُ الْمُسْلِمِينَ** (القرآن) پھر جب اسلام میں گمراہ فرقے خوارج شیعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کیا عامل بالحدیث ہونا ممکن ہے؟

و غیرہ پیدا ہوئے تو مسلمانوں نے ان سے امتیاز کے لئے اہل سنت والجماعت بڑھایا۔ جب اہل سنت والجماعت میں تقلید شخصی کا الزام ہوا تو جماعتِ حقہ نے مقلدین سے امتیاز کے لئے اہل حدیث، جو صحابہؓ کا نام ہے، پسند کیا اور اس کو شہرت دی۔

هذا ما عندي والله اعلم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ترتیب: مولانا عبد العزیز کھلنوی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

امت بنو، انتشار سے بچو

مولانا مرحوم نے یہ تقریر اپنے وصال سے صرف تین روز قبل رائے ونڈ کے تبلیغی اجتماع میں کی تھی اور آپ کی زندگی کی یہ آخری تقریر تھی۔

امت مسلمہ بڑی مشقت سے بنی ہے، اس کو امت بنانے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں۔ اب مسلمان اپنے امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں۔ جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔ ایک پکا مکان نہیں تھا۔ مسجد تک پکی نہیں تھی۔ مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا، مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلاتھا۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داریؓ ہیں۔ وہ ۹۰ میں اسلام لائے اور ۹۰ تک نہ صرف قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا بلکہ آپ ﷺ کی دعوت عرب کے باہر بھی پھیل چکی تھی اور مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے۔ پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک کے ملک پیروں میں گرے۔ یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری، اپنی پارٹی، اپنی قوم، اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا۔ مال و جائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا۔ بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ و رسول ﷺ کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک امت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی۔ اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں تک نہیں ریگلتی۔

امت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے، وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اُس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور ﷺ کی اور صحابہؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کئی کئی امت کو کوٹا ہے۔ اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کر سکتیں۔ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کر سکیں گے۔ لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اُس نے اپنی امتی حیثیت کو ختم کر کے حضور ﷺ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے۔ ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے اور حضور ﷺ نے کس طرح امت بنائی تھی۔

امت ہونے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو اور مدرسہ کی تعلیم ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اُس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نے اُس کی زبان کاٹنی چاہی تو اُس نے کہا سب کچھ کر لو لیکن میری زبان مت کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں لیکن حضور نے فرمایا کہ علیؓ کا قاتل میری اُمت کا سب سے زیادہ شقی اور بد بخت ترین ہو گا اور مدرسہ کی تعلیم تو ابو الفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھ دی۔ حالانکہ انہوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا، توجو باتیں ابن ماجہ اور ابو الفضل، فیضی میں تھیں وہ اُمت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں؟

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور اُن کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین نمونہ تھے، وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے اُس کو اپنا بڑا بنالیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ، اُن کی بات یہاں کیوں چلے۔ انہوں نے اُن کے خلاف بغاوت کرائی، اُن کے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر اُمت کو توڑا، اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔ یاد رکھو ”میری علاقہ“ اور ”میری برادری“ یہ سب اُمت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارہ میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دہ نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی) اس کا نتیجہ حضرت سعد کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا، روایات میں یہ ہے کہ اُن کو جنت نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

قتلنا سید الخرج سعد بن قتادہ رمینا ہ بسہم فلم یخط فوادہ

اس واقعہ نے مثال قائم کر دی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر اپنی اُمتی حیثیت کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو توڑ کے رکھ دے گا۔

اُمت جب بنے گی جب اُمت کے سب طبقے بلا تفریق اُس کام میں لگ جائیں جو حضور ﷺ دے کے گئے ہیں۔ اور یاد رکھو اُمت کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ہیں۔ ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کے ساتھ نا انصافی اور ظلم کرتا ہے اور اُس کا پورا حق اُس کو نہیں دیتا یا اُس کو تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور اُمت ٹوٹتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور تسبیح سے اُمت نہیں بنے گی۔ اُمت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس اُمت کو اُمت بنایا تھا۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے اُن کی تقسیم کا مشورہ ہوا، اُس وقت اُمت بنی ہوئی تھی، یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے، جو حضور ﷺ کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے، انہوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضور ﷺ کے قبیلہ والوں کو دیا

ترجمہ: ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار بن عبادہ کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس کو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اس کے دل پر لگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ والوں کو، پھر حضرت عمرؓ کے قبیلہ والوں کو اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب یہ بات حضرت عمرؓ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس اُمت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور ﷺ کی وجہ سے اور آپ کے صدقے میں مل رہا ہے، اس لئے بس حضور ﷺ ہی کے تعلق کو معیار بنایا جائے جو نسب میں آپ ﷺ سے زیادہ قریب ہوں اُن کو زیادہ دیا جائے جو دوم، سوم، چہارم نمبر پر ہوں اُن کو اُسی نمبر پر رکھا جائے۔ اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے، اس کے بعد بنی عبد المناف کو، پھر قصی کی اولاد کو، پھر کلاب کو، پھر کعب کو، پھر مرہ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑ جاتا تھا اور اُس کا حصہ بہت کم ہو جاتا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اسی قدر پیچھے ڈال دیا۔ اور اس طرح اُمت بنانے کی خاطر آپ نے اپنا مفاد دوسروں پر قربان کر دیا۔

اُمت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو، پھوٹ نہ پڑے۔ حضور ﷺ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائے گا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہو گا مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا، کیونکہ اُس کی کسی بات نے اُمت میں تفریق ڈالی ہو گی اُس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے اُمت کو نقصان پہنچا اور ایک دوسرا آدمی ہو گا جس کے پاس نماز، روزہ، حج وغیرہ کی بہت کمی ہو گی اور وہ خدا کے عذاب سے بہت ڈرتا ہو گا مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا۔ وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے؟ اُس کو بتایا جائے گا کہ تُو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے اُمت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہو گیا۔ یہ سب تیرے اُسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

اُمت کے بنانے اور بگاڑنے میں جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے۔ یہ دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے، زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے تو اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ہے اور زبان سے نکلی ہوئی ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جہی ممکن ہے کہ بندہ ہر وقت یہ خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات کو سُن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج، ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی۔ حضور ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضور ﷺ کی اور اسلام کی برکت سے اُن کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہو گئیں اور اوس اور خزرج شیر و شکر ہو گئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کسی طرح اُن کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے۔ ایک سازشی آدمی نے ان کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کر اشتعال پیدا کر دیا۔ پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضور ﷺ سے کسی نے جاکر کہا۔ آپ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کرو گے! آپ ﷺ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا جس سے دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلا یا، دونوں روئے اور گلے ملے پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ** الخ اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

چاہئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرمانبردار بندے بنے رہو“

جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا اُس کے قہر و عذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کرے گا تو شیطان بھی اُسے نہیں بہکا سکے گا اور اُمت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِيَعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا

اور اللہ کی رسی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اُس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو، یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور اُمت ہونے کی صفت کے ساتھ سب مل جل کر دین کی رسی کو تھامے رہو اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقہ کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر، یا کسی اور بنیاد پر۔ ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اُس احسان کو نہ بھولو کہ اُس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے، جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی، تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم (آپس میں لڑتے وقت) دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے، بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا۔“

شیطان تمہارے ساتھ ہے جو ہر آن تمہیں بہکا تا ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور فساد سے روکنا ہو **وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** اُمت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کی خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستہ پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے، نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے۔ حضور کے لئے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور محنتوں کی وجہ سے اُمت ایک اُمت بنی رہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

”جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ راہوں پر چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور اُمت کی حیثیت کو توڑیں گے، تو اُن پر خدا کی سخت مار پڑے گی۔ (أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ)

دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی ہیں۔ نماز میں جوڑ ہے، روزہ میں جوڑ ہے۔ حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان والوں کا جوڑ ہے، تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں۔ مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کے لئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بعض و حسد، غیبت، چغلی، توہین و تحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں رُوسیاہ ہوں گے۔

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تَكْفُرُونَ . وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وَجُوهُهُمْ فَبِئْسَ رَحْمَةً اللَّهِ طَهُمُ فِيهَا خَالِدُونَ ”جنہوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے اُمت کو توڑا ہو گا، وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اُٹھیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان و اسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستہ پر چلتے رہے ہوں گے اُن کے چہرے نورانی اور چمکتے ہوئے ہوں گے۔ اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے۔“

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اُتری تھیں، جب یہود نے نصاریٰ میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور اُن کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا۔ ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں اُمت کو توڑنے کی کوششیں ہو رہی ہیں، اس کا علاج اور توڑ بھی ہے کہ تم اپنے کو حضور ﷺ والی محنت میں لگا دو، مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ، وہاں ایمان کی باتیں ہوں، تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں دین کی محنت کے مشورے ہوں، مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر ان کاموں میں بڑیں۔ ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے، جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ چارپانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹا اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے۔ اور وہ ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم اُمت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا اُمت توڑنے کی۔ ہم کسی کی غیبت اور چغل خوری تو نہیں کر رہے، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے۔ یہ اُمت حضور ﷺ کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر اس کو توڑ رہے ہیں، یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی اُمت کے توڑنے پر ہوگی۔ اگر مسلمان پھر سے اُمت بن جائیں تو وہ دنیا میں ہر گز ذلیل نہ ہوں گے، رُوس اور امریکہ کی طاقتیں بھی اُن کے سامنے جھکیں گی اور اُمت تب بنے گی جب **’أَذَلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ‘** پر مسلمانوں کا عمل ہو۔ یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے۔ جب مسلمانوں میں یہ صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں **’اعزّة علی الکفرین‘** یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو دوستو! اللہ و رسول ﷺ نے ان باتوں سے شدت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ الگ کانپھوسی کریں، اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا اس سے منع فرمایا اور اس کو شیطانی کام بتایا۔ **إِنَّمَا النَّجْوَى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارٍّ لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ط** اسی طرح تحقیر اور استہزاء اور تمسخر سے منع فرمایا گیا۔ **لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ** نیز اگر دوسرے کی کوئی برائی کسی کو معلوم ہو گئی ہو تو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا، غیبت کو حرام قرار دیا۔ غیبت یہ ہے کہ جو واقعی برائی کسی کو معلوم ہو اُس کا ذکر کسی سے کیا جائے۔ **وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا** یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت، سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے اُمت کو توڑتی ہیں لہذا ان سب کو حرام قرار دیا گیا۔ اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے اُمت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ اُمت جب بنے گی جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں اُن کی عزت کروں اور اُن کا احترام کروں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو اُمت بنے گی اور اُمت بنے گی تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت خدا کے ہاتھ میں ہے اور اُس کے ہاں اُصول اور ضابطہ ہے، جو شخص، قوم، خاندان یا طبقہ، چکانے والے اُصول اور اعمال لاوے گا اُس کو چکا دیا جائے گا جو مٹنے والے کام کرے گا اُس کو مٹا دیا جائے گا، یہود نبیوں کی اولاد ہیں لیکن اُصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کر اُن کو توڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ بہت پرستوں کی اولاد تھے، اُنہوں نے چکانے والے اُصول اختیار کیے تو اللہ نے اُن کو چکا دیا۔ اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اُس کے ہاں اُصول اور ضابطہ ہے۔

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضور کی اُمت، اُمت بن جائے، اس میں ایمان و یقین آجائے۔ یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی اور دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی اُمت بن جائے۔ نبویؐ نہ کرنے والی، نافرمانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر اور اُن سے تمسخر نیز تجسس و غیبت نہ کرنے والی اُمت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہئے تو ساری دُنیا میں بات چل پڑے۔ اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقات اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اُصول کی پابندی کراؤ۔ پھر انشاء اللہ اُمت بننے والا کام ہو گا اور شیطان اور نفس، خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔‘

جناب اختر راہی (ایم اے۔ تاریخ و سیاسیات)

حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امر تسریٰ اور تردید عیسائیت

مولانا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے دور کے عظیم انسان ہیں بلکہ برصغیر ہندوپاک کے علمائیں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ دیگر متعدد خوبیوں کے علاوہ اُن کی خوش بیانی اور مناظرہ کی مہارت کے تو غیر بھی معترف ہیں، تقسیم ہند سے قبل تقریباً نصف صدی تک غیر مسلموں اور گمراہ فرقوں سے ان کی ٹھنی رہی اور مہارت فن اور عظیم الشان کامیابیوں کی بنا پر رئیس المناظرین اور شیر پنجاب کے لقب سے معروف ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا موصوف اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں بہت حساس واقع ہوئے تھے، اور ایسے فتنوں کو ابتداء ہی میں بھانپ لیا کرتے تھے۔ جو اس سلسلہ میں بعد میں نقصان کا سبب بن سکتے ہوں، جس کسی نے ان کے خلاف زبان کھولی یا قلم اٹھایا اس کا حملہ روکنے کے لئے شمشیر بے نیام ہوتے تھے، آج سے پچاس سال قبل قادیانی، اُمت مسلمہ میں نقب لگا رہے تھے، آریہ سماجی مسلمانوں کے دین و ایمان کے درپے تھے اور مسیحی مشنری، حکومت کی سرپرستی میں صلیبیں گاڑ رہے تھے، مولانا مرحوم نے ان گروہوں سے جو کبھی لڑائی لڑی اور ایسے تابڑ توڑ حملے کئے کہ مخالفین کو اپنی کمین گاہوں میں پناہ لیتے ہی بنی۔ افسوس مولانا کی سعی و جہد کا اسلامی سطح پر خاکہ کھینچنے کے لئے ہنوز کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی، ورنہ مولانا کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس صحبت میں ہم مولانا کی رد عیسائیت کے سلسلہ میں کی گئی چند مساعی جملہ کا مختصر تذکرہ کریں گے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کو مناظرے کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ان کے بارے میں بلا شبہ تردید کہا جاسکتا ہے۔ عمر گزری ہے اس دشت کی سیاحتی میں۔

ان کے طریق مناظرہ میں ایسی خصوصیات تھیں جو بمشکل ہی کسی مناظر میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

1. موصوف نے فریق مخالف کی کبھی تذلیل نہ کی۔
2. رفع اعتراض کے لئے جواب میں ہمیشہ مختصر مگر با معنی و پُر مغز گفتگو کرتے تھے۔
3. دوران گفتگو شعروں کے بر محل استعمال سے کلام کو رنگین بناتے تھے۔
4. موصوف ہمیشہ موضوع مناظرہ پر گفتگو مرنکڑ رکھتے تھے اور فریق مخالف کو بھی ادھر ادھر نہ جانے دیتے تھے۔
5. شرائط مناظرہ میں وہ ہمیشہ فراخ دلی سے کام لیتے اور فریق مخالف کی ہر جائز و ناجائز شرائط قبول کر لیتے تھے۔ تاکہ مخالف کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکے۔
6. ہر بات حوالے اور سند سے پیش کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

7. حاضر جوابی ان پر ختم تھی۔ ایک بار فریق ثانی نے کہا کہ آج میرے مد مقابل ثناء اللہ ہے، جو مسلمانوں کا مناظر بن کر آیا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے تمام فرقے ان کے 'کفر' کے قائل ہیں، میں 'کافر' سے نہیں 'مسلمان' سے گفتگو کروں گا۔ مولانا موصوف سنتے رہے۔ بزعم خود پادری صاحب نے میدان مار لیا تھا کہ مناظرہ سے بچ جائیں گے۔ مولانا نے یہ کہہ کر پادری کو زچ کر دیا کہ آج مناظرہ ضرور ہو گا۔ اسلام قبول کرتے ہوئے نو مسلم کو کلمہ طیبہ پڑھنا پڑتا ہے۔ لیجئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اب میں مسلمان ہوں آئیے! پادری صاحب مناظرہ کیجئے!

عیسائی پادریوں سے مناظرے:

مولانا موصوف نے پادریوں سے ان گنت مناظرے کئے اور برصغیر کے طول و عرض میں اسلام کی حقانیت کا ڈنکا بجایا۔ ذیل میں ایک مناظروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1. 1910ء کی بات ہے کہ لاہور میں پادری جو الاسنگھ سے مولانا کا مناظرہ ہوا۔ مناظرہ 'الوہیت مسیح' کے موضوع پر تھا۔ پادری صاحب جو دلیل دیتے مولانا بدلائل قویہ اسے کاٹ دیتے۔ آخری پادری صاحب جھلا کر بولے کہ مولانا میری کسی دلیل کو تو رہنے دیجئے۔ سامعین پادری کی اس التجا پر ہنس پڑے اور ایک عیسائی خاندان حلقہ اسلام میں شامل ہو گیا۔
2. پادری عبدالحق عیسائی حلقوں میں اپنی منطق اور قرآن و حدیث پر حاوی ہونے کا شہرہ رکھتے تھے۔ مولانا موصوف سے پادری نے کئی مناظرے کئے، مولانا نے عبدالحق کو لاہور میں ایسی شکست دی کہ دوبارہ عبدالحق کو مولانا کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔
3. 27-28 فروری 1926ء کو انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ کے سالانہ جلسہ میں اہل صلیب سے مولانا نے 'توحید' پر تقریر کرتے ہوئے اہل صلیب کو دعوت دی کہ بالمشافہ گفتگو کریں۔ ان کی طرف سے پادری محمد سلطان پال مناظرے تھے۔ آٹھ دس ہزار کے مجمع میں شکست کھائی اور ایک مسیحی نوجوان نے اسلام قبول کیا۔
4. 6 ستمبر 1916ء کو پادری جو الاسنگھ سے ہوشیارپور میں سامنا ہوا۔ پادری صاحب کو اپنی منطق فلسفہ پر ناز تھا۔ مگر میدانِ مناظرہ اسلام کے حق میں رہا۔
5. 2-3 ستمبر 1928ء کو حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پہلے روز پادری سلطان محمد پال سے مناظرہ ہوا، دوسرے روز پادری عبدالحق پروفیسر این۔ آئی۔ یو آئی کے ساتھ سٹیج پر آئے مناظرے کا موضوع 'اسلامی توحید' اور 'الوہیت مسیح' تھا۔ پادری صاحبان بے بس ہو گئے۔ اہالیان حافظ آباد کی جانب سے مناظرے کی رپورٹ شائع ہوئی۔ جس پر حافظ آباد کے ہندوؤں اور سکھوں نے بھی دستخط کئے اور پادری صاحبان کے شکست پر ثالثانہ دستخط ثبت ہوئے۔
6. 4-5 اگست 1937ء کو اثباتِ توحید و ردّ تثلیث کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ عیسائی پادریوں کی جماعت لاجواب رہی اور میدانِ مناظرہ مولانا کے ہاتھ رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا موصوف نے عیسائیت کی تردید میں قلم سے بھی خوف کام لیا۔ ہفت روزہ ’الحدیث‘ میں ان کے قلم سے بیسیوں مضامین شائع ہوئے اور مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں۔

1. تقابلی ثلاثہ:

پادری ٹھاکروت نے ایک کتاب موسوم بہ ’عدم ضرورت قرآن‘ لکھی جس کے جواب میں موصوف نے تقابلی ثلاثہ یعنی (تورات، انجیل اور قرآن کا مقابلہ) لکھی۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر اس قدر جامع اور عمدہ ہے کہ اس موضوع پر لکھی گئی جملہ تحریروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کتاب کا انگریزی ترجمہ ایک قادیانی شمس نامی ن کیا مگر مترجم نے مولانا ثناء اللہ کا نام ظاہر نہیں کیا۔

2. اسلام اور عیسائیت:

ہندوستانی پادریوں میں پادری برکت اللہ تصنیف و تالیف کی بدولت نسبتاً زیادہ مشہور ہیں، پادری صاحب نے عیسائیت کی تائید میں ہزاروں صفحات لکھے اور تاحال لکھ رہے ہیں۔ پادری صاحب نے جاوے جا اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں معاندانہ اور منافرت انگیز انداز اختیار کیا ہے۔ پادری صاحب کی تین کتابیں شائع ہوئیں، (الف) عالمگیر اسلام ہے یا عیسائیت (ب) دین فطرت اسلام ہے یا عیسائیت (ج) اصول البیان فی توضیح القرآن۔

ان تینوں کے جواب میں مرحوم نے ”اسلام اور عیسائیت“ کے نام سے جامع کتاب لکھی۔ اگرچہ یہ کتاب پادری برکت اللہ کی کتابوں کا جواب ہے، لیکن اسلام پر غیر مسلموں کی طرف سے عام طور پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں، تقریباً سب ہی کا جواب اس میں موجود ہے۔

3. توحید و تثلیث:

اثبات توحید کے موضوع پر اچھی تحریر ہے۔

جناب ابوشاہد (ایم۔ اے)

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب :	خزینۃ الاصفیاء (جلد اول)
مؤلف :	مفتی غلام سرور لاہوری
مترجمین :	محمود عالم ہاشمی، اقبال احمد فاروقی
صفحات :	328 صفحات
قیمت :	15 روپے
ناشر :	‘المعارف‘ داتا گنج بخش روڈ لاہور

برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کے حالات میں کئی تذکرے لکھے گئے مگر شرف قبولیت صرف ‘اخبار الاخبار‘ اور خزینۃ الاصفیاء ہی کو حاصل ہوا۔ ‘اخبار الاخبار‘ جہانگیر کے عہد میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا اور خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور لاہوری کی تالیف ہے۔ خزینۃ الاصفیاء کو ‘اخبار الاخبار‘ پر اولاً اس لئے فوقیت حاصل ہے کہ یہ تذکرہ زیادہ جامع اور تفصیلی ہے اور خاص طور پر پنجاب کے صوفیاء کے حالات کا بہترین مرجع ہے جب کہ ‘اخبار الاخبار‘ میں شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش تک کا ذکر نہیں۔ ثانیاً ‘خزینۃ الاصفیاء‘ میں صوفیائے کرام کا سن وفات اہتمام سے درج کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب چونکہ بے مثال شاعر اور تاریخ گو تھے، اس لئے انہوں نے قطعات وفات لکھ کر تذکرے کو وسیع تر بنادیا ہے۔

‘خزینۃ الاصفیاء‘ میں گیارہ سو صوفیائے کرام کے حالات درج ہیں۔ مؤلف نے اس ضخیم تذکرہ کو سات حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں آنحضرت ﷺ خلفائے راشدین اور ائمہ دین کے حالات درج ہیں۔ دوسرا حصہ قادری مشائخ کے لئے مختص ہے۔ تیسرے چوتھے اور پانچویں حصے میں ترتیب وار چشتی، نقشبندی اور سہروردی صوفیاء کا ذکر ہے۔ چھٹے حصے میں متفرق سلسلوں کے صوفیاء کے حالات لکھے گئے ہیں، ساتواں حصہ ازواجِ مطہرات اور دوسری عارفات کے بارے میں ہے آخر میں محائین و مجاذیب کا ذکر ہے۔

مفتی غلام سرور لاہوری بالغ نظر عالم دین اور بلند پایہ شاعر تھے، ان کی ساری عمر تصنیف و تالیف میں گزری تھی، ان کا نام ہی دلکش انداز بیان کی ضمانت ہے۔ صوفیاء کے حالات والہانہ انداز سے لکھے گئے ہیں۔ اور از دل خیز دوبر دل ریز دے مصداق ہیں۔ اگرچہ اکثر واقعات اصولِ روایت، درایت پر پورے نہیں اترتے۔

ادارہ ‘المعارف‘ مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نے ‘خزینۃ الاصفیاء‘ کا ترجمہ شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ فی الحال زیر تبصرہ جلد اول شائع ہوئی ہے جس میں کتب کے پہلے دو حصے شامل ہیں اور اس میں 180 افراد کا تذکرہ ہے۔ مترجم مفتی محمود عالم ہاشمی نے آغاز کتاب میں مؤلف کے حالات زندگی اور ان کی علمی خدمات پر موقع مضمون لکھا ہے۔ جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوا ہے۔ ترجمہ سادہ اور پُر اثر ہے۔ نیز حواشی خاصے معلومات افزا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہیں۔

اس کتاب کا ہر باذوق شخص کی نگاہ سے گزرنا ضروری ہے۔ اعلیٰ کتابت و طباعت اور مضبوط و خوبصورت جلد کے پیش نظر قیمت واجب ہے۔ ایسی کتابوں کی زائد از زائد خریداری ہی علم کی سرپرستی ہے اور اہل علم کے تعاون ہی سے ناشرین اعلیٰ درجے کی کتابیں پیش کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عبدالرحمن عاجز تالیر کوٹلوی

ابھی سی راہِ محبت کی مشکلات نہ پوچھ!

دلِ حزین پہ گزرتی ہے کیا یہ بات نہ پوچھ	تو حالِ زار مراد دیکھ، واقعات نہ پوچھ
نگاہِ غور سے اس حشرِ کائنات کو دیکھ	وجودِ باری پہ آیاتِ بینات نہ پوچھ
بس ایک جلوے سے بیہوش ہو گئے موسیٰ	خدا کے نورِ میں کی تجلیات نہ پوچھ
مثالِ برف کبھی کا پگھل چکا ہے شبا	ہیں اب بھی دل میں مرے کتنی خواہشات نہ پوچھ
بشر وہی ہے کہ ہے جس کے دل میں خوفِ خدا	تو پوچھ نام نہ اس کا تو اس کی ذات نہ پوچھ
قدم قدم پہ خطا تھی، نفسِ نفس میں گناہ	بڑھاپے میں تو جوانی کے حادثات نہ پوچھ
ہے نزع و قبر و قیامت کا سامنا جن کو	مرے عزیز تو ان کے تفکرات نہ پوچھ
ابھی تو منزل مقصود ہے بہت آگے	ابھی سے راہِ محبت کی مشکلات نہ پوچھ
خدا کا شکر ہے جس حال میں ہوں اچھا ہوں	گزر رہی ہے یہ کس رنگ سے حیات نہ پوچھ
زباں پہ دعوے تو حید ہے مگر افسوس	دلوں میں کتنے نہاں ہیں تو ہمت نہ پوچھ
مریضِ عشق ہوں میں تو، اسیرِ حرص و ہوس	تو اپنی بات نہ کر، میرے واردات نہ پوچھ
جو ارکعبہ میسر رہا ہے بارہ برس!	خدا کے پاک کی مجھ پہ نوازشات نہ پوچھ
زباں پہ آنہیں سکتا وہاں جو دیکھا ہے	تو اس فضائے حسیں کے مشاہدات نہ پوچھ
سیاہ کار ہے عاجز جہاں سے بدتر ہے	تو دیکھ اپنا کرم، اس کے سیأت نہ پوچھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع اور منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ